www.cpsglobal.org

الرسالہ
Al-Risala

April 2021 • Rs. 30

آدمی اگر چھوٹے مقاصد کو اپنا نشانہ بنائے تو وہ
زیادہ بہتر طور پر بڑے مقاصد تک پہنچ سکتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الرسالہ

April 2021 | Volume 46 | Issue 4

Al-Risala Monthly
1, Nizamuddin West Market
New Delhi 110013
Mobile: +91-8588822679
Tel. 011-41827083
Email: cs.alrisala@gmail.com

Annual Subscription Rates

Retail Price	₹ 30 per copy
Subscription by Book Post	₹ 300 per year
Subscription by Regd. Post	₹ 400 per year
Subscription (Abroad)	US $20 per year

Bank Details
Al-Risala Monthly
Punjab National Bank
A/c No. 0160002100010384
IFSC Code: PUNB0016000
Nizamuddin West Market Branch

Paytm
Mobile: 8588822679

To order books by Maulana Wahiduddin Khan,
please contact Goodword Books
Tel. 011-41827083, Mobile: +91-8588822672
Email: sales@goodwordbooks.com

Goodword Bank Details
Goodword Books
State Bank of India
A/c No. 30286472791
IFSC Code: SBIN0009109
Nizamuddin West Market Branch

زیر سرپرستی

مولانا وحید الدین خاں

فہرست

سجدۂ اعتراف	4
تخلیقی عمل	5
شاہ کلید	6
صدیقی اسپرٹ	7
برتر اخلاق	8
کوئی مصیبت، مصیبت نہیں	10
خیر کثیر	11
ہر حال میں بہتر	12
خواتین کا رول	13
ہاجرہ کلچر	14
شاک ٹریٹمنٹ	16
حقیقتِ انسانی کی دریافت	17
صحت مند تنقید	19
ری ایکشن، رسپانس	20
صحیح طرزِ فکر	21
ہائی پروفائل، لو پروفائل	22
کامیابی کا فارمولا	23
چیلنج کا مقابلہ	24
عافیت کا راز	25
فیمنزم اور دعوت	26
مسلم دنیا کی تحریکیں	28
ایک ملاقات	29
سوال وجواب	35
خبرنامہ اسلامی مرکز	39
اعلان	48

Printed and published by Saniyasnain Khan on behalf of Al-Markazul Islami, New Delhi. Printed at Tara Art Printers Pvt. Ltd., A46-47, Sector 5, Noida-201301. Published from 1, Nizamuddin West Market, New Delhi-110013 Editor: Saniyasnain Khan. Total Pages:52

سجدۂ اعتراف

اللہ تعالی نے جب آدم کو پیدا کیا تو فرشتوں اور ابلیس کو یہ حکم دیا کہ وہ اس کے آگے سجدہ کریں۔ قرآن کے الفاظ یہ ہیں: وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ (2:34)۔ یعنی جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور گھمنڈ کیا اور وہ منکروں میں سے ہو گیا۔

یہاں سجدہ کا مطلب سجدۂ اعتراف ہے، یعنی حقیقتِ واقعہ کو قبول کرنا۔ ایک طرف فرشتے ہیں، جو انسان کو اعتراف کا سبق دے رہے ہیں، اور دوسری طرف ابلیس ہے، جو انسان کو أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ (میں اس سے بہتر ہوں) کی سوچ کے ذریعے عدم اعتراف کا سبق دے رہا ہے۔ آدم کے واقعے میں سجدہ دراصل ایک حقیقت کا اعتراف (acknowledgement) تھا، یعنی اب ایک نئی مخلوق انسان کو، منصوبہ تخلیق کے مطابق، سینٹرل حیثیت حاصل ہوگی۔ فرشتہ اور ابلیس دونوں کو اسی حقیقت کے اعتراف کا حکم دیا گیا تھا۔ اس کو فرشتوں نے مان لیا، لیکن ابلیس نے ماننے سے انکار کر دیا۔

اس میں انسان کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ وہ اس دنیا میں اعتراف کی صفت کو اپنائے۔ اس دنیا میں زندگی گزارتے ہوئے ہر انسان کبھی نہ کبھی ایک "آدم" سے دو چار ہوتا ہے۔ اس وقت خدا حال کی زبان میں ہم سے کہہ رہا ہوتا ہے کہ اس "آدم" کا اعتراف کرو۔ دوسرے الفاظ میں، آئڈیل کو ترک کرو اور پریکٹکل وزڈم کو اختیار کرو۔ اب جو فرشتوں کا طریقہ اختیار کرے، وہ خدا کا سچا بندہ ہے، وہ صحیح روش والا انسان ہے۔ اس کے برعکس، جو ابلیس کا طریقہ اختیار کرے، اور تواضع کا طریقہ اختیار نہ کرے، وہ خدا کا سچا بندہ نہیں ہے، وہ درست راستے سے دور انسان ہے۔ اعتراف یا بے اعترافی، دونوں کا انجام یکساں نہیں ہوسکتا۔ آخرت میں انسان سے یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے زندگی میں حقیقتِ واقعہ کا اعتراف کیا یا تم نے بے اعترافی کی زندگی گزاری— اعتراف پر انعام ہے اور بے اعترافی پر شدید پکڑ۔

تخلیقی عمل

انگریزی کا ایک قول ہے— جس انسان نے کبھی غلطی نہیں کی، اس نے کبھی نیا کام نہیں کیا:
A person who never made a mistake never tried anything new.

نیا کام سے مراد ہے تخلیقی (creative) کام۔ اصل یہ ہے کہ اس دنیا میں انسان جو کام بھی کرتا ہے، اس میں غلطی کا امکان رہتا ہے۔ جتنا بڑا کام اتنا زیادہ غلطی کا امکان۔ یہ امکان اس وقت مزید بڑھ جاتا ہے، جب کہ وہ اجتہادی عمل ہو، یعنی تخلیقی (creative) عمل۔ ایسی صورت میں انسان کے لیے غلطی کے باوجود پرامید ہونے کا امکان اللہ نے باقی رکھا ہے۔

اللہ نے اس بات کا اعلان قرآن کی اس آیت میں کیا ہے: قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (39:53)۔ یعنی کہو کہ اے میرے بندو، جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بیشک اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، وہ بڑا بخشنے والا، مہربان ہے۔

قرآن کی اس آیت میں مایوسی سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمھارے پچھلے لمحات کسی غلطی کی وجہ برباد ہوجائیں تو یہ نہ سمجھو کہ تمھاری زندگی میں فل اسٹاپ آ گیا۔ نہیں، زندگی میں ہمیشہ کاما (،) لگا رہتا ہے۔ زندگی میں پوٹنشل اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ اس میں کبھی فل اسٹاپ کی نوبت نہیں آتی، ہمیشہ کاما لگا رہتا ہے۔ یعنی کسی انسان کے لیے کسی بھی حال میں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، اس کی زندگی کا اگلا امکان ابھی باقی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ آنے والا موقع پچھلے موقع سے زیادہ اہم ہو۔ اس لیے اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس کو اویل کرنا چاہیے۔

کوئی انسان، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اس دنیا میں جب آتا ہے، تو وہ لامحدود امکان (unlimited potential) لے کر آتا ہے۔ انسان کو صرف اس اِمکان کو پہچاننا ہے۔ پہچاننے کے بعد اس کے امکانات فطرت کے زور پر ان فولڈ (unfold) ہونے لگتے ہیں، اور یہ سلسلہ تا عمر جاری رہتا ہے، وہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔

شاہ کلید

ایک حدیثِ رسول ان الفاظ میں آئی ہے: أَنَّ رَجُلاً أَتَى إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللَّهِ، عَلِّمْنِي كَلِمَاتٍ أَعِيشُ بِهِنَّ، وَلاَ تُكْثِرْ عَلَيَّ فَأَنْسَى، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ:لاَ تَغْضَبْ(موطا امام مالک، حدیث نمبر 1891)۔یعنی ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اوراس نے کہا: اے خدا کے رسول، مجھے کوئی بات سکھائیے، جس کے مطابق میں زندگی گزاروں، اور مجھے زیادہ مت بتائیے کہ میں بھول جاؤں، رسول اللہ نے کہا: غصہ نہ کرو۔

غصہ نہ کرو کا مطلب ہے غصہ کو کنٹرول کرو۔ یہ ایک حکمت (wisdom) کی بات ہے۔ غصہ نہ کرنا، زندگی کی شاہ کلید (master key) ہے۔جس انسان نے غصہ کو کنٹرول کرنے کا آرٹ سیکھ لیا، اس نے کامیاب زندگی کا راز پالیا۔غصہ، دوسرے الفاظ میں ری ایکشن (reaction) کے تحت سوچنے کا نام ہے۔ اگرآپ اپنے خلاف کوئی بات سنیں، اورآپ کو غصہ آجائے تو آپ نے اس کی بات پر ری ایکٹ (react) کیا۔ اس کے برعکس، اگرآپ اپنے خلاف کوئی بات سنیں، اور آپ کو غصہ نہ آئے تو آپ نے اس کی بات کا مثبت جواب (positive response) دیا۔اس دنیا میں منفی جواب (negative reaction) کا نام ناکامی ہے، اور مثبت جواب کا نام کامیابی ہے۔

انسان کا ذہن ایک مکمل ذہن ہے۔ غصہ نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اپنے ذہن (mind) کو منفی ہونے سے بچایا، ذہن کو اس کی فطری حالت پر باقی رکھا، آپ نے اپنے ذہن کو یہ موقع دیا کہ وہ اپنے پوٹنشل (potential) کو مکمل طور پر استعمال کرے، اور ذہن کے امکانات کو مکمل طور پر استعمال کرنے ہی کا نام کامیابی ہے۔ ایسا ذہن آپ کے لیے ماسٹر مائنڈ بن جاتا ہے۔ وہ آپ کو ہر موقع پر صحیح ترین رہنمائی دیتا ہے۔اس کے برعکس، اگرآپ کسی کی بات پر غصہ ہوگئے تو آپ نے خود اپنے ذہن کو محدود کردیا۔ آپ نے ذہن کو ایسا بنادیا کہ وہ دوسرے کے کہنے کے اعتبار سے سوچے، نہ کہ خود اپنے ذہن کے اعتبار سے سوچے۔

صدیقی اسپرٹ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد 11 ہجری میں مدینہ میں ابوبکر صدیق کی خلافت کا واقعہ ہے۔ اس وقت عرب کے کچھ قبائل نے زکاۃ دینے سے انکار کر دیا۔ یہ سادہ طور پر منعِ زکاۃ کا مسئلہ نہیں تھا، بلکہ اسٹیٹ سے بغاوت کا کیس تھا۔ اس لیے خلیفہ اوّل ابوبکر صدیق نے بہت شدید انداز میں اس کیس کو ہینڈل کیا۔ چنانچہ مدینہ میں اس تعلق سے مشورہ ہوا۔ خلیفہ اول ابوبکر نے اس موقع پر ایک فیصلہ کن تقریر کی، اس میں انھوں نے یہ تاریخی جملہ کہا: إِنَّهُ قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَتَمَّ الدِّينُ أَيَنْقُصُ وَأَنا حَيٌّ؟ رَوَاهُ رزین (مشکاۃ المصابیح، حدیث نمبر 6034)۔ یعنی وحی بند ہو چکی ہے، اور دین مکمل ہو گیا ہے، کیا اس میں کمی کی جائے گی، حالاں کہ میں زندہ ہوں۔

یہ جملہ کوئی سادہ جملہ نہیں تھا، بلکہ وہ ایک اسپرٹ کا اظہار تھا، جو ہر سچے مومن کے اندر ہونا چاہیے۔ وہ یہ کہ کبھی ایسا موقع آتا ہے کہ دین کے معاملے میں کرائسس کی نوبت آجاتی ہے۔ اس وقت ایک مرد مومن کا رویہ کیسا ہونا چاہیے۔ ایسے نازک موقع پر مرد مومن کو اس کی عارفانہ اسپرٹ اس پر ابھارے گی کہ وہ پورے عزم کے ساتھ یہ جملہ بولے — کیا دین میں کمی کی جائے گی، حالاں کہ میں موجود ہوں۔ یہ قول اگر کسی مرد مومن کے دل کی گہرائی سے نکلے تو اس کے بعد یہ ہوتا ہے کہ فضا بدل جاتی ہے، اور اہل اسلام کی گاڑی دوبارہ پٹری پر چلنا شروع ہو جاتی ہے۔

اصل یہ ہے کہ لوگوں کے لیے اپنی جان، اپنا خاندان، اپنی جائداد، اپنے معاشی مفادات سب سے قیمتی ہوتے ہیں۔ انھیں چیزوں کو ایک انسان سب سے زیاہ اہم سمجھتا ہے۔ ہر دوسری چیز کے مقابلہ میں وہ ان کو ترجیح دیتا ہے اور اپنا سب کچھ اس کے لیے نثار کر دیتا ہے۔ اس کے برعکس، جس کے اندر ایمان اور معرفت کی اسپرٹ پیدا ہو جائے اس کی زندگی ایمان کی بنیاد پر قائم ہو جاتی ہے۔ اللہ کا خوف ومحبت، اللہ کی یاد، اللہ کی نعمتوں کا شکر، اللہ کے لیے حوالگی کا جذبہ، وغیرہ اس کے اندر اتنا بڑھا ہوا ہو کہ ہر دوسری چیز اس کو کمتر لگے۔ یہی صدیقی اسپرٹ ہے۔

برتر اخلاق

اعلیٰ اخلاق وہ ہے جو برتر اخلاق ہو۔ یعنی ہر حال میں اچھے اخلاق پر قائم رہنا، خواہ دوسروں کی طرف سے برے اخلاق کا تجربہ پیش آ رہا ہو۔ اعلیٰ اخلاق دوسروں کے ردعمل کی بنیاد پر نہیں بنتا، بلکہ خود اپنے اعلیٰ اصولی معیاروں کے تحت بنتا ہے۔ اسلام میں اخلاق ایک عبادت ہے، وہ کوئی جوابی انسانی رویہ نہیں۔ ایک حدیثِ رسول ان الفاظ میں آئی ہے: لَا تَكُونُوا إِمَّعَةً، تَقُولُونَ: إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَحْسَنَّا، وَإِنْ ظَلَمُوا ظَلَمْنَا، وَلَكِنْ وَطِّنُوا أَنْفُسَكُمْ، إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَنْ تُحْسِنُوا، وَإِنْ أَسَاءُوا فَلَا تَظْلِمُوا (سنن الترمذی، حدیث نمبر 2007)۔ یعنی تم لوگ اِمَّعَةٌ نہ بنو۔ یعنی یہ طرزِ عمل کہ اگر لوگ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔ اور اگر وہ ہمارے ساتھ ظلم کریں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ ظلم کریں گے۔ بلکہ تم اپنے آپ کو اس کے لیے آمادہ کرو کہ اگر لوگ ہمارے ساتھ برا سلوک کریں تب بھی ہم ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔

اسلام میں عبادت کا ریوارڈ کیفیات کے اضافہ کے ساتھ بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی آدمی دوسروں کی طرف سے برے سلوک کا تجربہ پیش آنے کے باوجود ان کے ساتھ اچھے سلوک پر قائم رہے تو اس کا ریوارڈ بھی بڑھ جائے گا۔ کیوں کہ وہ جذبات کی قربانی کی سطح پر جا کر حسنِ اخلاق کے اصول پر قائم رہا۔ جذبات کی قربانی دوسرے الفاظ میں اپنے ایگو کی قربانی ہے، اور ایگو کی قربانی بہت بڑی قربانی ہے۔

معتدل حالات میں حسنِ اخلاق اگر سادہ طور پر سماجی آداب (manners) کی حیثیت رکھتا ہے تو غیر معتدل حالات میں حسنِ اخلاق اعلیٰ درجہ کی عبادت بن جاتا ہے۔ معتدل حالات میں جو خوش اخلاقی برتی جاتی ہے، وہ انسانی شخصیت کے ارتقا میں کچھ مددگار نہیں ہوتی۔ لیکن جب ایک آدمی غیر معتدل حالات میں دوسروں کے برے رویہ سے غیر متاثر رہ کر حسنِ اخلاق پر قائم رہے تو اس

کی یہ روش اس کی شخصیت کے ارتقا کا ذریعہ بن جائے گی۔

حسنِ اخلاق کے سلسلے میں بائبل (متی، 39:22) میں ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ (Love your neighbour as yourself)۔ ایک انسان کے لیے اخلاق کا سب سے بڑا موقع اس کے پڑوسی کے ساتھ ہوتا ہے۔ پڑوسی کسی انسان کا سب سے قریبی ساتھی ہے۔ گھر کے افراد کے بعد کسی انسان کا سابقہ سب سے پہلے جن لوگوں سے پیش آتا ہے، وہ اس کے پڑوسی ہیں۔ پڑوسی کو خوش رکھنا، اس سے اچھا تعلق قائم کرنا، سچے انسان کی زندگی کا ایک اہم پہلو ہے۔ پڑوسی خواہ اپنے مذہب کا ہو یا غیر مذہب کا، خواہ اپنی قوم کا ہو یا دوسری قوم کا، وہ ہر حال میں قابل لحاظ ہے۔ ہر حال میں اس کا وہ حق ادا کیا جائے گا جو انسانیت کا تقاضا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَاللَّهِ لاَ يُؤْمِنُ، وَاللَّهِ لاَ يُؤْمِنُ، وَاللَّهِ لاَ يُؤْمِنُ قِيلَ: وَمَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: الَّذِي لاَ يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَايِقَهُ (صحیح البخاری، حدیث نمبر 6016)۔ یعنی خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہے، خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہے، خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہے۔ پوچھا گیا: کون اے خدا کے رسول؟ آپ نے کہا: جس کی برائیوں سے اس کا پڑوسی امن میں نہ ہو۔

اس حدیث کے مطابق، کوئی مسلمان اگر اپنے پڑوسی کو ستائے۔ وہ اس طرح رہے کہ اس کے پڑوسی کو اس سے تکلیف پہنچے تو ایسے مسلمان کا ایمان و اسلام ہی مشتبہ ہو جائے گا۔ پڑوسی کے سلسلہ میں جو خدائی احکام ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سچے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کی یک طرفہ طور پر رعایت کرے۔ وہ پڑوسی کے رویہ کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے ساتھ حسنِ سلوک کی کوشش کرے۔ کسی آدمی کی انسانیت اور اس کے دینی جذبہ کی پہلی کسوٹی اس کا پڑوسی ہے۔ پڑوسی اس بات کی پہچان ہے کہ آدمی کے اندر انسانی جذبہ ہے یا نہیں۔

کسی آدمی کا پڑوسی اس سے خوش ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ آدمی صحیح آدمی ہے، اور اگر اس سے اس کا پڑوسی ناخوش ہو تو یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ وہ آدمی صحیح نہیں۔ اچھا پڑوسی بننا خود آدمی کے اچھے انسان ہونے کا ثبوت ہے۔ ایسے ہی انسان کو خدا اپنی رحمتوں میں حصہ دار بنائے گا۔

کوئی مصیبت، مصیبت نہیں

غزوۂ احد 3ھ میں پیش آیا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کو جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ غزوہ احد کے ذیل میں کتابوں میں بہت سے واقعات آئے ہیں، ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے : مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ مِنْ بَنِي دِينَارٍ، وَقَدْ أُصِيبَ زَوْجُهَا وَأَخُوهَا وَأَبُوهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأُحُدٍ، فَلَمَّا نُعُوا لَهَا، قَالَتْ: فَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالُوا: خَيْرًا يَا أُمَّ فُلَانٍ، هُوَ بِحَمْدِ اللَّهِ كَمَا تُحِبِّينَ، قَالَتْ: أَرُونِيهِ حَتَّى أَنْظُرَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: فَأُشِيرَ لَهَا إِلَيْهِ، حَتَّى إِذَا رَأَتْهُ قَالَتْ: كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ! (سیرت ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 99) ۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے قبیلہ بنو دینار کی ایک عورت کے پاس سے گزرے، جس کے شوہر اور بھائی، اور باپ احد کے دن رسول اللہ کی طرف سے قتل ہو گئے تھے۔ جب اس عورت کو ان لوگوں کے موت کی خبر پہنچی تو اس نے کہا: رسول اللہ کا کیا ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ الحمد للہ، وہ اچھے ہیں اے ام فلاں، جیسا کہ تم پسند کرتی ہو۔ اس عورت نے کہا: مجھے دکھاؤ، تا کہ میں آپ کو دیکھ لوں۔ لوگوں نے اس عورت کو آپ کی طرف اشارہ کیا، یہاں تک کہ اس نے آپ کو دیکھا، اور کہا: آپ کے بعد ہر مصیبت چھوٹی ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو چاہیے کہ وہ کسی مصیبت کو بڑا درجہ نہ دے۔ اگر اس کی زندگی میں کچھ مصیبتیں پیش آئیں تو اس کو دیکھنا چاہیے کہ وہ مصیبت چھوٹی ہے یا بڑی، یعنی اس کی مصیبت کریپلنگ (crippling) ہے یا نان کریپلنگ (non-crippling)۔ اگر وہ کریپلنگ مصیبت سے بچا ہوا ہے، اور اس کو صرف نان کریپلنگ مصیبت پیش آئی ہے تو اس کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اور آہ و واویلا چھوڑ دینا چاہیے۔

اس دنیا میں کامیاب زندگی گزارنے کا یہی واحد طریقہ ہے۔ یہی واحد فارمولا ہے، جس کے ذریعے کوئی شخص اپنے کو بچا سکتا ہے، اور زندگی کو اپنے لیے قابلِ برداشت بنا سکتا ہے۔

خیر کثیر

قرآن میں زوجین کے تعلق سے ایک نصیحت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا (4:19)۔ یعنی تم ان کے ساتھ اچھی طرح رہو، اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تم کو پسند نہ ہو مگر اللہ نے اس میں تمہارے لیے بہت بڑی بھلائی رکھ دی ہو۔

یہ رہنمائی صرف زوجین کے بارے میں نہیں ہے۔ بلکہ یہ زندگی کا اصول ہے۔ کیسے ایسا ہوتا ہے کہ ایک واقعہ جو انسان کے لیے ناپسندیدہ واقعہ ہو، وہ اس کے لیے خیر کثیر کا ذریعہ بن جائے۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہوتا ہے، جو مسائل کو اگنور کرکے مواقع کو اویل کرنا جانتے ہوں۔ آیت میں یہ بات ازدواجی پارٹنر کے بارے میں کہی گئی ہے۔ یعنی لائف پارٹنر کے ناپسندیدہ پہلو کو اگنور کرکے اس کے پسندیدہ پہلو کو اویل کرنا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آدمی کی شادی ہو، اور اس کو ناپسندیدہ یا مس میچ لائف پارٹنر مل جائے تو وہ اس کے لیے خیر کثیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

وہ اس طرح کہ خواہ میچنگ پارٹنر ہوں یا مس میچ پارٹنر دونوں اللہ کی تخلیق ہیں۔ اگر آدمی کو مس میچ لائف پارٹنر مل جائے، اور وہ اس کو رضائے الٰہی سمجھ کر دل سے قبول کرلے تو اللہ اس کے لیے ایک ایسے خیر کثیر کا فیصلہ کردیتا ہے، جو کسی میچنگ پارٹنر سے بھی زیادہ اہم ہو۔ خدا کے پاس میچنگ پارٹنر سے بہت زیادہ عظیم خیر کی صورتیں ہیں۔ مفسر القرطبی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ ابو محمد بن ابی زید دین، علم اور معرفت میں بڑا مرتبہ رکھتے تھے۔ لیکن ان کی بیوی بڑی بدسلوک تھی، اور بدزبان بھی۔ شیخ صاحب سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دی، اپنی معرفت دی، اور میرے اوپر دوسری دنیوی نعمتیں مکمل کی ہیں۔ ہوسکتا شاید میرے کسی گناہ کی سزا اس صورت میں دی گئی ہو، مجھے اندیشہ ہے کہ میں اس کو جدا کروں تو مجھ پر اس سے سخت سزا اور عقوبت نازل ہو (تفسیر القرطبی، جلد 5، صفحہ 98)۔

ہر حال میں بہتر

لوگ اکثر شادی کے معاملے میں معیار پسند ہوجاتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کو ایک ایسی خاتون ملے جو ان کے مزاج کے مطابق ہو، جو ان کا میچ (match) ہو۔ مگر یہ درست رویہ نہیں۔ صحابیٔ رسول ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ أَوْ قَالَ: غَيْرَهُ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 1469)۔ یعنی کوئی مومن مرد کسی مومن عورت سے نفرت نہ کرے، اگر اس کو اس کی ایک بات ناپسند ہوتو اس کے اندر دوسری بات ہوگی جو اس کی مرضی کے مطابق ہو۔ یہ رہنمائی صرف شوہر کو نہیں ہے، بلکہ اس کی مخاطب بیوی بھی ہے۔

خالق نے دنیا کو اس ڈھنگ پر پیدا کیا ہے کہ اس میں ہر اعتبار سے خیر ہے۔ حتی کہ جو بظاہر برے پہلو ہیں، غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی خیر کا پہلو ہے۔ حتیٰ کہ اگر آپ نے نکاح کیا، اور ایک بظاہر غیر مطلوب عورت مل گئی، تب بھی اس میں خیر ہے۔ مثلاً اس غیر مطلوب خاتون کو آپ مطلوب خاتون بنالیں تو آپ کا یہ عمل آپ کے لیے اسم اعظم کے ساتھ دعا کا پوائنٹ آف ریفرنس بن جاتا ہے۔ یعنی آپ کہہ سکتے ہیں کہ خدایا، میں نے اس غیر مطلوب خاتون کو دل سے قبول کیا۔ میں اس مس میچڈ لائف پارٹنر (mismatched life-partner) کے ساتھ نارمل طریقے سے زندگی گزارنے کے لیے تیار ہوں۔ خدایا، اس کی بنا پر آپ میرے لیے خیر کثیر کا فیصلہ کردے۔ اس خاتون کے غیر مطلوب پہلو کے بدلے مجھے ایک بہتر بدل دے دے۔ مثلاً اچھی اولاد، وغیرہ۔ تو ایسی دعا اس کے لیے اسمِ اعظم کے ساتھ کی گئی دعا بن جائے گی۔

اس کے برعکس، تجربہ یہ بتاتا ہے کہ اگر آپ کو آپ کا میچ مل جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ اس کے ساتھ تفریحی موضوعات پر باتیں کریں گے، گہرے موضوعات پر ڈسکشن اس کے ساتھ ختم ہوجائے گا۔ گویا وہ خاتون آپ کے لیے ذہنی ارتقا کا ذریعہ نہیں بنے گی، ذہنی جمود کا ذریعہ بن جائے گی۔

خواتین کا رول

قدیم زمانے میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ بیوی کا رول یہ ہے کہ وہ گھر کو سنبھالے، اور بچوں کی تربیت کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ زمانے میں بیوی کا رول بدل گیا ہے۔ اب بیوی کا ایک اہم رول یہ ہے کہ وہ اپنے گھر کی ارننگ ممبر (earning member) بنے۔ وہ معاشی اعتبار سے اپنے شوہر کی معاون بنے۔ اس کا اشارہ ایک حدیث رسول میں ان الفاظ میں ملتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَنْفَعُ فِيهِ إِلَّا الدِّينَارُ وَالدِّرْهَمُ (مسند احمد، حدیث نمبر 17201) یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: لوگوں پر ضرور ایسا زمانہ آئے گا، جس میں دینار اور درہم ہی فائدہ دے گا۔

اس حدیث میں غالباً یہ اشارہ ہے کہ ایک زمانہ آئے گا، جب کہ عورت کو اپنے شوہر کے لیے معاشی مددگار بننا پڑے گا۔ موجودہ زمانہ بظاہر یہی زمانہ معلوم ہوتا ہے۔ موجودہ زمانے میں زندگی گزارنے کے لیے مال کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ عورتوں کے لیے کمائی کے نئے مواقع پیدا ہو گئے ہیں۔ مثلاً ٹیچنگ کے میدان میں عورتوں کو بہت آسانی سے باعزت کام مل جاتا ہے۔ دین دار مسلمانوں کو اس امکان سے بھر پور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

خواتین کے معاملے میں اگر یہ تعلیمی شعور موجود ہو، اور بچپن سے ان کو اس مقصد کے لیے تیار کیا جائے تو بہت آسانی سے ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ شادی کی عمر تک بی ایڈ اور ایم ایڈ بن چکی ہوں، یا کوئی اور پروفیشنل ڈگری حاصل کر چکی ہوں۔ اس معاملے میں لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی سوچ کو بدلیں۔ والدین کی زیادہ توجہ دینی تعلیم کے لیے ہوتی ہے، لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ دینی تعلیم کو گھریلو تعلیم کا حصہ سمجھا جائے، اور ڈگری والی تعلیم کو پروفیشنل تعلیم کا حصہ بنا دیا جائے۔ تاریخ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کے دورِ اول میں صحابیات معاشی کام انجام دے کر اپنے شوہروں کی مدد کرتی تھیں۔ مثلاً ام المؤمنین خدیجہ، عبد اللہ بن مسعود کی بیوی زینب، وغیرہ۔

ہاجرہ کلچر

فرنچ رائٹر الفانسو دی لامارٹین (Alphonse de Lamartine, 1790-1869) کا مشہور قول ہے کہ ہر بڑے آغاز سے پہلے ایک عورت کا رول ہے:

There is a woman at the beginning of all great things

تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو یہ قول سب سے زیادہ حضرت ہاجرہ کے اوپر صادق آتا ہے۔ حضرت ہاجرہ سے پہلے دنیا میں نیچر ورشپ کا دور تھا۔ حضرت ہاجرہ کے ذریعے انسانی تاریخ میں ایک پراسس جاری کیا گیا جس کا نقطۂ انتہا (culmination) پیغمبر اسلام اور اصحابِ رسول کا ظہور تھا، جن کے ذریعے دنیا میں بتدریج سائنٹفک تھنکنگ وجود میں آئی۔ اس کا اعتراف فرانسیسی مورخ ہنری پرین نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ اسلام نے زمین کا نقشہ بدل دیا، تاریخ کے روایتی نظام کو ختم کر دیا گیا:

> (Islam) changed the face of the Globe...the traditional order of history was overthrown. (Henri Pirenne, A History of Europe, London, 1958, p 46)

اصل یہ ہے کہ آج ہم جن سائنسی دریافتوں کو استعمال کر رہے ہیں، وہ نیچر (فطرت) میں ہمیشہ سے موجود تھی۔ مگر اس کو ایکچولائز (actualize) کرنے کے لیے ضروری تھا کہ نیچر میں چھپے ہوئے فطرت کے خزانوں کو بذریعہ تحقیق (investigation) دریافت کیا جائے۔ قدیم زمانے میں نیچر ورشپ کے مزاج کی بنا پر انسان کے لیے یہ ممکن نہ ہوا کہ وہ نیچر کی تحقیق کرے، اور نیچر میں چھپے ہوئے خزانے کو دریافت کرکے ٹکنالوجی اور صنعت کے دور کو دنیا میں لائے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آپ جس چیز کو پرستش کا موضوع (object of worship) بنائے ہوئے ہوں، اس کو آپ تحقیق کا موضوع (object of investigation) نہیں بنا سکتے۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ اگر مقدس چیزوں سے چھیڑ چھاڑ کی جائے تو اس پر بلا نازل ہوگی۔

خالق نے دنیا کے اندر یہ طریقہ رکھا تھا کہ اس نے کچھ چیزوں کو زمین کے اوپر براہ راست

طور پر پیدا کیا۔ مثلاً حیوانی طاقت۔ اسی کے ساتھ کچھ اور چیزیں نیچر کے اندر چھپا کر رکھ دیں، مثلاً بجلی اور کمیونی کیشن اور کمپیوٹر، وغیرہ۔ برٹش مورخ آرنلڈ ٹائن بی (1889-1975) نے کہا ہے کہ نیچر ورشپ کی بنا پر انسان نے کبھی نیچر کو تحقیق کا موضوع بنانے کی طرف توجہ نہیں دی۔ قدیم زمانے میں نیچر ورشپ اتنی عام تھی کہ پیدا ہونے والے لوگ نیچر ورشپ کے کلچر میں کنڈیشنڈ ہوجاتے تھے۔

اب ضرورت تھی کہ ایک نسل ایسی پیدا کی جائے، جو نیچر ورشپ کی کنڈیشننگ سے بچی ہوئی ہو۔ ایک نئی قوم جو اپنی فطرت پر قائم ہو۔ اس مقصد کے لیے پیغمبر ابراہیم نے اپنی بیوی ہاجرہ کو عرب کے صحرا (desert) میں آباد کیا۔ اس طرح ایک خاتون ہاجرہ کی قربانی سے ایک نئی نسل پیدا ہوئی، جو نیچر ورشپ کی کنڈیشننگ سے بچی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ ساتویں صدی عیسوی میں اسی نسل میں رسول اور اصحابِ رسول پیدا ہوئے۔ یہ اہل توحید تھے، وہ نیچر ورشپ کرنے والے نہیں تھے۔ پھر ان کو دنیا میں غالب قوم کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد ہی یہ ممکن ہوا کہ نیچر کو موضوعِ تحقیق بنایا گیا، جو اَب تک انسان کے لیے صرف موضوعِ پرستش بنی ہوئی تھی۔ یہ نیچر ورشپ اس وقت پوری طرح مغلوب ہوگئی، جب کہ سائنس کی تحقیقات نے یہ ثابت کیا کہ نیچر عامل نہیں ہے، بلکہ وہ معمول ہے۔ یعنی نیچر کسی بڑی طاقت کے کنٹرول میں ہے، اس کی اپنی کوئی طاقت نہیں۔ اس تحقیق نے نیچر کو معبودیت کے مقام سے ابدی طور پر ہٹا دیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے راقم الحروف کی کتاب: اسلام دورِ جدید کا خالق)

لیکن دوبارہ ایسا ہوا ہے کہ ٹکنالوجی کی دریافت کے نتیجے میں مواقع بہت زیادہ کھل گئے ہیں۔ مادی فائدے کے اعتبار سے امکانات اتنے زیادہ بڑھ گئے ہیں کہ ہر آدمی تک اس کی رسائی ہوگئی ہے۔ اب ہر آدمی بڑی بڑی ترقی کا خواب دیکھتا ہے، اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس فتنے نے ہر آدمی کو مادہ پرست بنا دیا ہے۔ موجودہ دور میں خواتین کو ایک نیا رول ادا کرنا ہے۔ وہ یہ کہ نیچر ورشپ سے آزاد ہوکر انسان مادہ پرستی کی طرف چلا گیا، اب وقت آ گیا ہے کہ خواتین ایک ایسی نسل تیار کریں، جو دنیا کو مادہ پرستی سے نکال کر خدا پرستی کی طرف لے جائے۔ یہ دوسرا دور عملاً شروع ہو چکا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ خواتین اس کو تکمیل تک پہنچائیں گی، اور دنیا کو مادہ پرستی سے نکال کر خدا پرستی کی طرف لے جانے میں اپنا کردار ادا کریں گی۔

شاک ٹریٹمنٹ

قرآن میں بتایا گیا ہے کہ زندگی کا نظام اس طرح بنا ہے کہ آدمی کو ہمیشہ طرح طرح کے صدمات (shocks) پیش آتے ہیں (البقرۃ، 2:155) ۔ یہ صدمات بظاہر منفی ہوتے ہیں، لیکن اپنے نتیجہ کے اعتبار سے وہ مثبت سبق کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ انسان کی سرگرمیوں کو صحیح رخ (right direction) دیتے ہیں۔ برٹش سائنسداں آئزک نیوٹن (1642-1727) سیب کے باغ میں ایک پیڑ کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اس دوران اوپر سے سیب کا ایک پھل گرا، اور نیوٹن کے سر سے ٹکرا گیا۔ بظاہر یہ تکلیف کا واقعہ تھا۔ لیکن اس واقعہ نے نیوٹن کو سوچنے پر مجبور کیا کہ سیب نیچے کیوں گرا، وہ اوپر کیوں نہیں گیا۔ اس سوچ نے نیوٹن کو اس دریافت تک پہنچایا کہ زمین میں قوتِ کشش (gravitational pull) ہے، جو بے شمار پہلوؤں سے انسان کے لیے نفع بخش ہے۔ سیب کے گرنے کے اس واقعہ کو ایک نام دینا ہو تو یہ ہوگا — اپیل شاک (apple shock) ۔

اس طرح انسان کے ساتھ جو سبق آموز واقعات پیش آتے ہیں، وہ کسی نہ کسی صدمہ کے ذریعہ پیش آتے ہیں۔ یہ فطرت کا نظام ہے کہ انسان کو صدمات کے ذریعہ سبق آموز تجربہ کرایا جائے۔ یہ طریقِ کار بظاہر تکلیف کا طریقہ ہے، لیکن وہ انسان کے لیے زحمت میں رحمت (blessing in disguise) کی حیثیت رکھتا ہے۔ مثال کے لیے یہاں اس قسم کے چند عمومی تجربات کا ذکر کیا جاتا ہے:

(1) فلڈ شاک (flood shock) (2) بھونچال شاک (quake shock)
(3) ڈیتھ شاک (death shock) (4) اولڈ ایج شاک (old age shock)
(5) کووڈ 19 شاک (covid-19 shock)، وغیرہ۔

یہ تجربات انسان کو یہ یاد دلاتے ہیں کہ وہ اس دنیا کا ماسٹر نہیں ہے۔ اس دنیا میں اس کو متواضع (modest) انسان بن کر رہنا چاہیے تا کہ وہ ان تجربات سے سبق حاصل کرنے والا بنے۔

حقیقتِ انسانی کی دریافت

انسان جب پیدا ہوتا ہے تو وہ ایک ضعیف بچہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ یہ ضُعف انسان کی اصل حالت کو بتاتا ہے، یعنی انسان اپنی حقیقت کے اعتبار سے عاجزِ مطلق (all-powerless) ہے۔لیکن اس دورِ ضُعف میں انسان کو زندہ شعور حاصل نہیں ہوتا۔اس لیے بچپن کے دور میں انسان اپنی حالتِ ضُعف (powerlessness) کو شعوری طور پر دریافت نہیں کرپاتا۔ اس کے بعد انسان کے اوپر جوانی کا دور آتا ہے۔ جوانی کے دور میں انسان کو شعور کی قوت حاصل ہوجاتی ہے۔ لیکن اس وقت وہ اپنے شعور کو استعمال نہیں کرپاتا کہ وہ اپنے عجز کو دریافت کرسکے۔اس لیے زندہ شعور کے باوجود وہ حالتِ ضُعف سے بے خبر رہتا ہے۔ یہ صرف بڑھاپے کا دور ہے، جب کہ انسان اس پوزیشن میں ہوتا ہے کہ وہ حالتِ ضُعف کا ادراک کرسکے۔

بڑھاپے کی عمر کیا ہے۔ ایک لفظ میں بڑھاپا عجز (powerlessness) کا تجربہ ہے۔ بڑھاپا کئی پہلوؤں سے زندگی کا ایک سخت ترین مرحلہ ہے۔ ایک وجہ تو یہی ہے کہ آدمی طبعی زندگی کے آخری ایام میں ہوتا ہے، اورموت سے بہت قریب ہوجاتا ہے۔ دوسری وجہ، تیزی کے ساتھ جسمانی قوت کا جاتے رہنا ہے۔مگر حقیقت یہ ہے کہ یہی بڑھاپے کا دور انسان کی زندگی کا سب سے زیادہ قیمتی دور ہے۔ یہ دور کسی انسان کے لیے اس کی اصل حقیقت کا جبری ادراک ہے۔ بڑھاپے سے پہلے انسان اپنے پہلے دو اَدوار (بچپن اور جوانی) کو پانے کے باوجود غفلت کی وجہ سے کھو چکا ہوتا ہے۔ اس لیے کسی انسان کے لیے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اپنے دورِ طفولیت (childhood) یا اپنے دور جوانی میں اپنی حقیقتِ واقعی کا ادراک کرسکے۔

انسان کا خالق یہ چاہتا ہے کہ انسان اپنی حقیقت کو جانے۔ وہ اسی ادراک کی بنیاد پر اپنی زندگی کی تعمیر کرے۔لیکن ہر انسان یہ غلطی کرتا ہے کہ وہ اپنے بچپن اور اپنی جوانی کے دور میں اپنی حقیقتِ واقعی کو دریافت کرنے سے بے خبر رہتا ہے۔ اس لیے خالق کی یہ منشا ہوتی ہے کہ وہ

بڑھاپے کے دور میں انسان کو عجز کا احساس دلائے، یعنی یہ کہ وہ اللہ رب العالمین کے مقابلے میں ایک عاجز مخلوق ہے۔ اس کے لیے اس زمین پر صحیح روش صرف یہ ہے کہ وہ اپنے عجز کو جانے، اور احساسِ عجز کی بنیاد پر اپنی زندگی کی تعمیر کرے۔ بوڑھے انسانوں کا گویا یہ مشن ہے کہ وہ غیر بوڑھوں کو اس حقیقتِ انسانی سے باخبر کرے۔

اللہ رب العالمین کی دریافت کے بعد انسان کے لیے سب سے بڑی دریافت یہ ہے کہ وہ اپنے عجز کو دریافت کرے۔ حقیقتِ انسانی کی دریافت اپنی عجز کی دریافت کا دوسرا نام ہے۔ وہی انسان اپنی حقیقت کو دریافت کرتا ہے، جو اپنے عجز کو دریافت کر سکے۔ قرآن میں کئی آیتیں ایسی ہیں، جن کی منشا یہ ہے کہ انسان کو حقیقت کی دریافت کرائی جائے (الفتح، 48:11)۔ یہ حقیقت کہ انسان عاجز مطلق ہے، اور خداوند رب العالمین قادرِ مطلق (all-powerful)۔ اسی حقیقت کا شعوری ادراک معرفت (realization) کی اصل ہے۔

معرفت کی اصل حقیقت عجز ہے۔ کوئی انسان جب خدا کی معرفت حاصل کرتا ہے تو وہ یہ دریافت کرتا ہے کہ انسان خدا کے مقابلے میں عاجز مطلق ہے۔ اس وقت وہ قدرتِ خداوندی کے مقابلے میں عجزِ انسانی کی دوسری حد (extent) بنا تا ہے۔ یہی دریافت معرفت کا نقطۂ انتہا (culmination) ہے۔ عبدیت کی اسی دریافت پر کسی کے لیے جنت کا تحقُّق ہوتا ہے۔ جو انسان اس دریافت سے محروم رہ جائے، اس کے لیے اندیشہ ہے کہ وہ جنت سے بھی محروم رہ جائے۔

خالق کے تخلیقی نقشے کے مطابق، یہ ضروری ہے کہ انسان بچپن اور جوانی کے ابتدائی ادوار سے گزر کر بڑھاپے کی عمر کو پہنچے۔ خالق نے مقدر کیا ہے کہ جو لوگ بڑھاپے کے دور تک پہنچیں، وہ جاننے والے کی حیثیت سے ان لوگوں کے معلم بن جائیں، جو زندگی کے اس آخری دور تک ابھی نہیں پہنچے۔ وہ ان لوگوں کو باخبر کریں، جو اس حقیقت کو جاننے سے محروم رہے۔ یہ تیسرے دور تک پہنچنے والے لوگ گویا انسانیت کے معلم ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کو اس حقیقت سے باخبر کریں، جو زندگی کے اس آخری دور تک نہیں پہنچ سکے۔

صحت مند تنقید

تنقید (criticism) کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہے تجزیہ (analysis)، اور دوسرا ہے مجرد رائے زنی (remark)۔ اگر آپ کو کسی کی بات سے اختلاف ہو، تو ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ خالص علمی انداز میں اس کی بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ پھر یہ متعین کریں کہ اس کی بات میں کون سی رائے آپ کے نزدیک درست نہیں۔ پھر اس نادرست بات کو متعین کریں، اور پھر یہ بتائیں کہ اس کی بات کیوں درست نہیں ہے۔

مثلاً آپ اسرائیل کے کیس کو فلسطین پر ناجائز قبضے کا کیس سمجھتے ہیں تو اپنی مخالفت کو غیر جانب دارانہ انداز میں متعین کریں، اور پھر شریعت یا عقل کے معیار پر اس کو جانچ کر بتائیں کہ اس کی کون سی بات ہے، جو شریعت یا عقل کے معیار پر غلط قرار پاتی ہے۔ پھر اتنا ہی کافی نہیں ہے، آپ کو یہ بھی کرنا چاہیے کہ اسرائیل کے اپنے بیان کے مطابق، اس کا کیس کیا ہے۔ وہ کیوں اپنے آپ کو درست سمجھتا ہے، اور پھر دونوں پہلوؤں کا تجزیہ کرکے آپ یہ متعین کریں کہ شریعت یا عقل کی میزان پر اس کا نقطۂ نظر کیا ہے۔ جیسے قرآن کی ایک متعلق آیت یہ ہے: یَاقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ (5:21)۔ یعنی اے میری قوم، اس پاک زمین میں داخل ہوجاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے۔

قرآن کی اس آیت کے مطابق، بظاہر ارضِ مقدس (فلسطین) امتِ موسیٰ، بنی اسرائیل کا حق ہے۔ قرآن کے ظاہر الفاظ سے واضح طور پر یہ بات نکلتی ہے۔ اب اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اس آیت کا کچھ اور مطلب ہے، تو آپ کو خود قرآن سے اس کا مدلل حوالہ بتانا چاہیے۔ مثلاً اگر آپ یہ کہیں کہ قرآن کی یہ آیت اب ایک منسوخ آیت ہے تو صرف آپ کا کہنا کافی نہ ہوگا۔ آپ کو قواعدِ شریعت کے مطابق یہ بتانا ہوگا کہ یہ آیت کس آیت سے منسوخ ہے۔ ورنہ آپ کا بیان ایک غلط بیان قرار پائے گا۔

ری ایکشن، رسپانس

اگر کوئی آدمی کسی کی غلطی بتائے، یا اس کی تنقید کرے، تو عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ اس پر لوگ ری ایکٹ (react) کرتے ہیں، وہ اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یا وہ اس کو غلط ماننے سے انکار کردیتے ہیں۔ اس طرح کے معاملے میں ری ایکشن کا طریقہ بہت زیادہ عام ہے۔ مگر اس قسم کے معاملے میں یہ ری ایکشن کا طریقہ صحیح نہیں۔

صحیح رویہ یہ ہے کہ آدمی اپنی صفائی پیش کرنے کے بجائے سوچنا شروع کردے۔ وہ کہنے والے کی بات کو ایک قابلِ غور مسئلہ کے طور پر لے، نہ کہ محض اعتراض کے طور پر۔ جو آدمی آپ کی کسی بات پر تنقید کرتا ہے، وہ آپ کو سوچنے کا ایک پوائنٹ دیتا ہے۔ وہ آپ کو یہ موقع دیتا ہے کہ آپ اس کی بات پر غور وفکر کریں، اور پھر اپنی معلومات میں اضافہ کریں۔ آپ اس کو تجربہ (experience) کے خانے میں ڈالیں۔ آپ اس کی بات کو ایک حریف کی بات نہ سمجھیں، بلکہ سادہ طور پر ایک انسان کی بات سمجھیں۔ آپ اس کی بات سے کچھ سیکھ (learning) لینے کی کوشش کریں۔

دوسرے کی بات کو اگر آپ مثبت (positive) طور پر لیں، تو اس سے آپ کو غور وفکر کا ایک میدان ملے گا، وہ آپ کے لیے ذہنی ارتقا (intellectual development) کا ذریعہ بن جائے گا۔ اس کے برعکس، اگر آپ اس کی بات کو منفی (negative) انداز سے لیں تو آپ کو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ کے ذہن میں سوچنے کا عمل جاری نہیں ہوگا۔

زندگی ایک سفر ہے، زندگی کو ایک مثبت تجربہ (positive experience) بنائیے۔ آپ ہر ایک سے کچھ سیکھنے کی کوشش کیجیے۔ حضرت عمر فاروق کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ہر ایک سے کچھ سیکھنے کی کوشش کرتے تھے (كان يتعلم من كل احد)۔ ایسا صرف اس وقت ہوسکتا ہے، جب کہ آپ مثبت ذہن کے ساتھ جینے کا آرٹ سیکھ لیں۔

صحیح طرزِ فکر

صحیح طرزِ فکر حکیمانہ طرز فکر کی ایک اعلیٰ قسم ہے۔ اصل یہ ہے کہ ہم جس دنیا میں جیتے ہیں، یا صبح وشام گزارتے ہیں، اس میں چیزیں الگ الگ نہیں ہیں، بلکہ مخلوط (mixed) حالت میں ہیں۔ اس بنا پر بظاہر چیزوں کے بارے میں صحیح رائے قائم کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ چیزوں کے بارے میں صحیح رائے اس وقت قائم ہوتی ہے، جب کہ آپ چیزوں کو الگ الگ کرکے دیکھ سکیں۔ اس تجزیاتی مطالعے کے بغیر آدمی کے اندر صحتِ فکر پیدا نہیں ہوسکتی، وہ مبنی برواقعہ سوچ کا حامل نہیں بن سکتا۔

مثلاً ایک شخص اپنے بارے میں یا اپنی کمیونٹی کے بارے میں یہی کہے گا کہ ہمارے اوپر ظلم ہورہا ہے۔ اگر اس سے یہ کہا جائے کہ تمھارے باپ دادا کا جو اسٹینڈرڈ تھا، کیا تمھارا اسٹینڈرڈ اس سے کم ہے۔ وہ جواب دے گا کہ نہیں اس سے تو بہت اچھا ہے۔ مثلاً میرے باپ دادا بائیسکل پر سفر کرتے تھے، آج میں کار پر سفر کرتا ہوں۔ میرے دادا کے زمانے میں بچے معمولی مدرسے میں پڑھتے تھے، آج وہ شہر کے ایک اچھے انگریزی اسکول میں پڑھ رہے ہیں۔ میرے دادا کچے گھر میں رہتے تھے، آج میں اور میرے بچے پکے گھر میں رہ رہے ہیں، وغیرہ۔ اب اگر آپ اس سے پوچھیں کہ جب تمھاری فیملی کا اسٹینڈرڈ پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ بہتر ہے، تو ظلم کہاں ہورہا ہے۔ اب وہ حیران ہوجائے گا، اور کہے گا کہ میں نے اس اعتبار سے کبھی نہیں سوچا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصل مسئلہ کہاں ہے۔ اصل مسئلہ خارج میں نہیں ہے، بلکہ داخل میں ہے۔ لوگوں کے اندر صحیح طرز فکر (right thinking) نہیں ہے۔ اس لیے لوگ شکایت میں جی رہے ہیں، حالاں کہ انھیں شکر میں جینا چاہیے۔ صحیح طرزِ فکر تجزیاتی فکر کا نام ہے۔ اگر آپ کے اندر ڈی ٹیچڈ تھنکنگ (detached thinking) ہو، اگر آپ تجزیاتی انداز میں سوچنا جانتے ہوں تو آپ درست طرزِ فکر کے حامل بن سکتے ہیں۔

ہائی پروفائل، لو پروفائل

کام کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک ہے ہائی پروفائل (high profile) کے انداز میں کام کرنا، اور دوسرا ہے لو پروفائل (low profile) کے انداز میں کام کرنا۔ ہائی پروفائل کا انداز ہمیشہ مایوسی اور شکایت کی طرف لے جاتا ہے۔ اس کے برعکس، لو پروفائل کا انداز ہمیشہ امید اور حوصلہ پیدا کرتا ہے۔ ہائی پروفائل بے نتیجہ شور وغل پر ختم ہوتا ہے، اور لو پروفائل کامیابی کا نیا راستہ کھولنے والا ہے۔ لو پروفائل کے طریقے میں کام کرنے کے ساتھ ساتھ سوچنے اور احتساب کرنے کا موقع موجود رہتا ہے۔ اس کے برعکس، ہائی پروفائل کے طریقے میں سوچنے اور احتساب کرنے کا موقع موجود نہیں رہتا۔ ہائی پروفائل کا مطلب ہے— کام اس طریقے سے کرنا کہ لوگوں میں چرچا ہونے لگے:

attracting a lot of attention and interest from the public and newspapers, television, etc.

اس کے برعکس، لو پروفائل کا مطلب ہے— ایسا طریقہ جس میں زیادہ شہرت نہ ہو، اور کام خاموشی کے ساتھ کیا جائے:

the activities or behaviour not attracting much attention or interest from the public, newspapers, television, etc.

لو پروفائل میں کام کرنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی دوسروں کے لیے چیلنج نہیں بنتا۔ ہر آدمی اپنے دائرے میں اپنا کام کرتا رہتا ہے۔ اس وجہ سے وہ بغیر کسی ٹکراؤ کے اپنے مقصد کو حاصل کر لیتا ہے۔ اس کے برعکس، ہائی پروفائل میں یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ آپ کو اپنے لیے چیلنج سمجھ لیتے ہیں، اور غیر ضروری طور پر آپ کو اپنا حریف (rival) سمجھنے لگتے ہیں۔ لو پروفائل میں آدمی اپنے عمل کا آغاز ممکن سے کرتا ہے۔ اس کے برعکس، ہائی پروفائل میں آدمی ممکن اور غیر ممکن کا فرق نہیں کرتا۔ وہ اپنے حوصلہ کے مطابق ہر طرح کے حالات میں کود پڑتا ہے۔ وہ اس مشہور انگریزی مثل کے مصداق ہوتا ہے کہ نادان انسان وہاں چلا جاتا ہے، جہاں داخل ہونے سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں:

fools rush in where angels fear to tread

کامیابی کا فارمولا

اپنے گزرے ہوئے کل کو بھلاؤ، اور اپنے آج کو لے کر زندگی کی ری پلاننگ کرو، یہی کامیاب زندگی کا واحد فارمولا ہے۔ شاید ہر انسان کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ زیادہ بولتا ہے، اور کم سوچتا ہے۔ یہ عادت بچپن سے شروع ہوتی ہے، اور دھیرے دھیرے لوگ اپنی اس عادت میں اتنے زیادہ کنڈیشنڈ ہوجاتے ہیں کہ ان کے دل میں کبھی یہ خیال نہیں گزرتا کہ وہ ایک غلط عادت میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ اسی عادت کی بنا پر ہر انسان کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی سب سے زیادہ قیمتی صلاحیت کو سب سے کم استعمال کرتا ہے۔ یہ صلاحیت غور وفکر (contemplation) کی صلاحیت ہے۔ غور وفکر کی صلاحیت ہر آدمی کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ مگر یہی وہ سرمایہ ہے، جس کو شاید ہر آدمی سب سے کم استعمال کرتا ہے۔

غور وفکر کی صلاحیت کو استعمال کرنے سے آدمی کے اندر ذہنی ارتقا (intellectual development) ہوتا ہے۔ آدمی کی تخلیقیت (creativity) میں اضافہ ہوتا ہے۔ آدمی کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ اپنے دماغ کے بند گوشوں کو کھولے۔ وہ اپنی زندگی کے اندھیرے سفر کو اجالے کا سفر بنا سکے۔

کامیابی کا فارمولا (formula) کوئی پر اسرار فارمولا نہیں ہے۔ یہ تمام تر مبنی بر فطرت (nature-based) فارمولا ہے۔ لوگ عام طور پر فطرت کے راستے سے ہٹ جاتے ہیں۔ یہی لوگوں کا اصل مسئلہ ہے۔ فطرت کے مقرر راستے کی طرف واپس آئیے، فطرت کے راستے کی طرف دوبارہ اپنا سفر شروع کردیجیے، اور پھر آپ کا سفر کامیابی کی منزل کی طرف جاری ہوجائے گا۔

کامیابی کا سفر سب سے پہلے درست آغاز (right beginning) کا سفر ہے۔ دوسری ضروری شرط یہ ہے کہ آدمی بار بار اپنا محاسبہ کرتا رہے۔ درست آغاز اور محاسبہ کے بغیر سفر کرنے والے کے لیے یہی مقدر ہے کہ وہ ناکام ہوجائے۔

چیلنج کا مقابلہ

دنیا میں کوئی انسان اکیلا نہیں ہے۔ بلکہ یہاں بہت سے انسان آباد ہیں۔ ہر ایک کا نشانہ الگ ہے۔ ہر ایک کی سوچ مختلف ہے۔ ہر ایک آزاد ہے کہ وہ اپنے لیے جس منزل کا چاہے انتخاب کرے۔ زندگی کی اس نوعیت نے انسانی سماج کو ایک ایسی دنیا بنا دیا ہے، جہاں مسابقت اور چیلنج کا ایک سمندر ہے۔ یہاں مسلسل طور پر افراد اور قوموں کے درمیان مسابقت (competition) جاری رہتی ہے۔ ہر آدمی مجبور ہے کہ وہ اس سمندر کو پار کرکے اپنے آپ کو ساحل تک پہنچائے۔ جو اس راز کو نہ جانے، وہ اس سمندر میں عملاً غرق ہوجائے گا۔ اس کو زندگی کے تجربے سے شکایت کے سوا کچھ اور حاصل نہیں ہوگا۔ البتہ جو آدمی زندگی کی اس نوعیت کو جانے، اور اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے اپنی زندگی کی مطلوب پلاننگ کرسکے، وہ ضرور کامیابی کے ساحل تک پہنچے گا۔ اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ اس کے برعکس، شکایت اس بات کا اعلان ہے کہ آدمی درست پلاننگ میں ناکام رہا۔

زندگی کے بارے میں یہ واقعہ بتاتا ہے کہ اس دنیا میں انسان کے لیے جو چوائس ہے، وہ دوسروں سے لڑنا نہیں ہے، بلکہ دوسروں سے ایڈجسٹ کرتے ہوئے اپنے معاملات کو مینج (manage) کرنا ہے۔ اس دنیا میں کامیابی مطابقِ واقعہ منصوبہ بندی (reality based planning) کا نام ہے، اور ناکامی یہ ہے کہ آدمی مطابقِ واقعہ منصوبہ بندی میں فیل ہوجائے۔

انسان کو یہ کرنا ہے کہ وہ پر امن انداز میں پیش آمدہ چیلنج کا مقابلہ کرتے ہوئے سفر طے کرے۔ وہ مواقع (opportunities) کو دریافت کرکے منصوبہ بند انداز میں ان کو اویل (avail) کرنے کی کوشش کرے۔ زندگی ناکامی کے واقعات کے ایک تسلسل کا نام ہے۔ کامیاب وہ ہے، جو اپنی ناکامی کو اپنی کامیابی میں کنورٹ (convert) کرسکے۔ یہ زندگی کا سب سے بڑا راز ہے۔ کامیاب وہ ہے، جو اس راز کو جانے، اور اس کو جانتے ہوئے اپنی زندگی کی پلاننگ کرسکے۔

عافیت کا راز

پرعافیت زندگی کا راز صرف ایک ہے — آدمی حقیقت پسند (realist) بن جائے۔ اس معاملے میں یہی ایک ورکیبل فارمولا (workable formula) ہے، دوسرا کوئی فارمولا ورکیبل ہی نہیں۔ آدمی یہ کرتا ہے کہ وہ زندگی کے معاملے میں کچھ امیدیں قائم کرلیتا ہے، کبھی دنیا سے اور کبھی اپنے تعلق والوں سے اور کبھی سماج سے۔ یہ امیدیں پوری نہیں ہوتیں۔ جب یہ امیدیں پوری نہیں ہوتیں تو وہ اپنے اندر شکایت کا مزاج بنالیتا ہے۔ یہ معاملہ حقیقت سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔

ہمارے یہاں ایک بزرگ تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ بل تو اپنا بل۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہی زندگی کا حقیقت پسندانہ فارمولا ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ خود اپنی طاقت سے جو کچھ کر سکے اس پر بھروسہ کرے۔ جو چیز اس کی ذاتی طاقت سے باہر ہو، اس پر اپنی دیوار کھڑی نہ کرے۔ اسی حقیقت کو دریافت کرنے کا نام پرعافیت زندگی ہے۔ یہ اصول خاندانی زندگی کے لیے بھی ہے، اور سماجی زندگی کے لیے بھی، حتی کہ قومی زندگی کے لیے بھی۔ اگرچہ کلی معنوں میں حقیقت پسند بننا بہت مشکل کام ہے۔ لیکن یہ تو ممکن ہے کہ جب آدمی کے اندازے پورے نہ ہوں، تو وہ برداشت کا طریقہ اختیار کرے، وہ شکایت کا طریقہ اختیار نہ کرے۔

جب آدمی کسی کے ساتھ کوئی معاملہ کرتا ہے تو وہ کچھ امیدوں کی بنیاد پر کرتا ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ اس معاملے میں مشہور مثل کے مطابق عمل کرے — نیکی کر دریا میں ڈال۔ اگر آپ کسی سے کوئی اچھا سلوک کریں، تو تقریباً ننانوے فیصد کیسوں میں فریق ثانی آپ کی امیدوں پر پورا نہیں اترے گا۔ اس لیے عافیت کا طریقہ یہ ہے کہ اس طرح کے معاملے میں آدمی یہ اصول اختیار کرے کہ یا تو وہ کسی کے ساتھ کوئی سلوک ہی نہ کرے، یا وہ ایسا کرے کہ سلوک کرتے ہی اس کو بھلا دے۔

ایسا انسان دراصل صابر انسان ہے۔ جس آدمی کے اندر صبر کا مزاج ہو، وہ کریم انسان ہوگا، یعنی شریف اور سنجیدہ انسان، وہ اعلیٰ سوچ کا مالک ہوگا، وہ بدلہ لینے کے بجائے معاف کرنے کو بہتر سمجھے گا، وہ ردعمل (reaction) کی نفسیات سے خالی ہوگا۔

فیمنزم اور دعوت

قدیم زمانے سے عورتوں کے تعلق سے یہ رواج تھا کہ ان کو دبا کر رکھا جاتا تھا۔ موجودہ زمانے میں، انیسویں صدی سے حقوقِ نسواں کی تحریک شروع ہوئی، جس کو فیمنزم (feminism) کا نام دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو سماجی مساوات اور قانونی تحفّظ فراہم کرنا۔ اس میں مساوات، حقِ میراث، آزادئ رائے، خودکفیلی، آزادخیالی، گھریلوتشدد سے تحفظ وغیرہ شامل ہیں۔

حقوقِ نسواں کی تحریک ابتدا میں محدود مطالبات کے لیے چلی تھی، لیکن بالآخر وہ خواتین کے عمومی آزادی کی تحریک بن گئی۔ اب جو آزادئ نسواں کا دور آیا تو عورتوں کو لگا کہ ہمارے لیے بھی پوری آزادی کے ساتھ کام کا موقع پیدا ہوا ہے۔ اس سے ایک ماحول بنا۔ اس ماحول کو عام طور پر مسلمانوں نے پسندیدگی کے ساتھ نہیں دیکھا۔ حالاں کہ اس تحریک میں بظاہر نقصان ہے تو اس میں فائدے کا پہلو بھی موجود ہے۔ آزادئ نسواں کے اس ماحول سے ہماری ٹیم کے لوگ بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ہمارے دعوتی مشن کو اس سے فائدہ مل رہا ہے۔ مثلاً دہلی میں ایک پروگرام میں ہماری ٹیم شرکت کرنے گئی، اور ساتھ میں ترجمۂ قرآن بھی لے گئی تاکہ وہ وہاں اس کو لوگوں کے درمیان تقسیم کرے۔ تاکہ لوگ براہ راست خدا کے پیغام کو پڑھیں۔ اس پروگرام میں انڈیا کے ایک سینٹرل منسٹر بھی آئے ہوئے تھے۔ جب وہ باہر نکلے تو اس کے اردگرد بہت بھیڑ اکٹھی ہوگئی۔ اس موقع پر ہماری ٹیم کے لوگوں کے لیے ان کو قرآن کا ترجمہ دینے کی بظاہر کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس وقت ایک خاتون، مس سعدیہ خان دوڑ کر ان کے پاس گئیں، اور زور سے آواز لگایا، سر! یہ سن کر وہ منسٹر جو اَب کار میں بیٹھنے جا رہے تھے، ایک خاتون کی آواز سن کو کر رک گئے، اور شکریہ کے ساتھ ان سے قرآن کا ترجمہ لیا، اور کار میں سوار ہو کر چلے گئے۔

یہ دعوتی موقع صرف ایک خاتون کی وجہ سے پیدا ہوا۔ ایسا اس لیے ہوا کہ جدید دور میں ایک نارم (norm) بنا ہے، یعنی لیڈیز فرسٹ۔ اگر کوئی ایسا نہیں کرے تو اس کو غیر مہذب سمجھا جاتا ہے۔ اسی نارم (norm) کے تحت وہ منسٹر رک گیا، اور ایک خاتون سے ترجمۂ قرآن لیا، جس صنف

کو قدیم زمانے میں بے حقیقت سمجھا جاتا تھا۔ موجودہ دور میں یہ مانا جاتا ہے کہ عورتوں کو ایمپاور کرنا کسی بھی ملک کے تمام گوشوں کی ترقی کے لیے انتہائی ضروری ہے:

Women's empowerment is the most crucial point to be noted for the overall development of a country.

اسی طرح ایک خاتون کا واقعہ ہے، جب وہ شادی کے بعد اپنے سسرال گئیں تو ان کو وہاں بہت ستایا گیا۔ اس سے ان کو اپنے بارے میں یہ تصور پیدا ہوگیا کہ وہ کچھ نہیں کرسکتی ہیں۔ میں نے ایک مرتبہ ان سے ملاقات کی، اور ان کو یہ سمجھایا کہ وہ دعوت الی اللہ کا کام کرسکتی ہیں۔ دھیرے دھیرے ان کو یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ دعوت کا کام کرسکتی ہیں۔ چنانچہ انھوں نے سی پی ایس کی لیڈیز کے ساتھ مل کر دعوتی پلیٹ فارم قائم کیا۔ اس گروپ میں تمام دنیا کی سی پی ایس لیڈیز موجود ہیں، وہ دعوتی کام کو نئے انداز میں اور بہت ہی منظم طریقے سے کررہی ہیں۔

ایک اور خاتون اپنا تاثر ان الفاظ میں لکھتی ہیں: مجھے ہر بار یہ ریلائز ہوتا ہے کہ میں نے اس (سی پی ایس لیڈیز) گروپ کو جوائن کرکے اپنے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ کیوں کہ اس سے پہلے میں بہت زیادہ اسٹریس میں تھی، اور سائکالوجسٹ سے کنسلٹ کرنا چاہتی تھی، مگر یہ گروپ میرے لیے اللہ کی طرف سے ایک رہنمائی ہے۔ اس سے میں بہت کچھ سیکھ رہی ہوں، میرا اسٹریس بھی ختم ہوگیا ہے، اور امید کرتی ہوں کہ میری پرسنالٹی نکھرے گی، ان شاء اللہ (مزراضیہ خان، غازی آباد)۔

فیمینزم کے دور میں عورتوں کے ذریعے دعوت کا کام اس حدیث کا وسیع تر انطباق ہے، جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان کی ہے: لَتَرَيَنَّ الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الحِيرَةِ، حَتَّى تَطُوفَ بِالكَعْبَةِ لاَ تَخَافُ أَحَدًا إِلَّا اللّٰہ (صحیح البخاری، حدیث نمبر 3595)۔ یعنی تم ضرور دیکھو گے کہ اونٹ پر سوار ایک عورت حیرہ سے (تنہا) آئے گی، یہاں تک کہ کعبہ کا طواف کرے گی، اس کو صرف اللہ کا ڈر ہوگا۔ اس واقعے میں سبق ہے کہ مسلمان اپنے ماضی (past) کی بنیاد پر اپنی خواتین کو میدانِ عمل سے دور نہ رکھیں، بلکہ حال (present) میں خواتین کے لیے موجود عملی مواقع کی بنیاد پر ان کے لیے دینی اور دعوتی عمل کی پلاننگ کریں۔

مسلم دنیا کی تحریکیں

انیسویں صدی اور بیسویں صدی میں مسلم دنیا میں بہت سی تحریکیں اٹھیں۔ یہ بظاہر بہت بڑی بڑی تحریکیں تھی۔ مثلاً فلسطین کی تحریک اور حکومتِ الٰہیہ کی تحریک، وغیرہ۔ ان تحریکوں کی ہنگامہ آرائی پوری دنیا میں سنائی دی۔ مگر نتیجے کے اعتبار سے یہ تمام تحریکیں مکمل طور پر ناکام ثابت ہوئیں۔ ان کا کوئی مثبت نتیجہ مسلم قوم کو حاصل نہ ہوسکا۔ اس کا سبب کیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان تحریکوں کے بانیوں نے زمانی تقاضوں کو سمجھے بغیر اپنا عمل شروع کردیا۔ یعنی ظاہری حالات کو دیکھ کر وہ بطور ردعمل اٹھ کھڑے ہوئے اور ہنگامہ آرائی کرنے کو کام سمجھ لیا۔ حالاں کہ کام یہ تھا کہ نئے حالات کو گہرائی کے ساتھ سمجھ کر نتیجہ خیز انداز میں عمل کا منصوبہ بنایا جائے۔ مگر ان لوگوں نے ایسا نہیں کیا۔

مثلاً ایک مسلم رہنما نے لکھا ہے کہ مسلم امت کی کمزوری جذبۂ قربانی کی کمی ہے۔ عام طور پر مسلم رہنما مسلم قوم کی ناکامی پر ایسا تبصرہ کرتے ہیں۔ حالاں کہ دورِ جدید کی پوری مسلم تاریخ قربانی اور جہاد بمعنی قتال کی تاریخ ہے۔ مسلم رہنما ایسا تبصرہ اس لیے کرتے ہیں۔ کیوں کہ نتیجہ نہیں نکل رہا ہے تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی کا واقعہ بھی نہیں ہو رہا ہے۔ جب کہ مسلم قوم کی جانب سے ہر لمحہ کسی نہ کسی مقام پر ایسی قربانی کا عمل پیش آتا رہتا ہے۔ مگر یہ قربانی زمانی حالات کو سمجھے بغیر بطور ردعمل دی جاتی ہے۔ اس وجہ سے اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا، نہ کہ عملاً قربانی کے واقعے کا پیش نہ آنا۔

موجودہ زمانے میں جو تبدیلی ہوئی ہے، اس سے تمام چیزوں کا معیار بدل گیا ہے۔ مثلاً پچھلے دور میں اوزار لوہار کی بھٹی میں تیار کیے جاتے تھے۔ اب اوزار مشین کے ذریعے تیار کیے جاتے ہیں۔ پہلے زمانے میں علم برائے علم کا رواج تھا۔ موجودہ زمانے میں ساری اہمیت پروفیشنل ایجوکیشن کی ہوگئی ہے۔ قدیم زمانے میں کتابیں ہاتھ سے لکھ کر تیار کی جاتی تھیں، موجودہ زمانے میں کتابیں کمپیوٹر سے تیار کر کے پریس میں چھاپی جاتی ہیں، وغیرہ۔ اسی زمانی فرق کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے کہ مسلم دنیا میں بڑی بڑی تحریکیں اٹھیں، مگر وہ سب کی سب باعتبارِ نتیجہ لاحاصل ہو کر رہ گئیں۔

ایک ملاقات

[ماہنامہ صراط مستقیم انٹرنیشنل، پاکستان کے لیے دیا گیا مولانا وحید الدین خاں صاحب کا انٹرویو]

س: تاریخ پیدائش اور خاندانی پس منظر؟

ج: میری پیدائش سرکاری ریکارڈ کے مطابق، یکم جنوری 1925 کو اعظم گڑھ (اترپردیش) کے ایک گاؤں بڈھریا میں ہوئی۔ میرے جد اعلیٰ کا نام حسن خاں تھا۔ وہ ریاست سوات (Swat) کے رہنے والے تھے۔ سوات چترال میں واقع ہے، جو اُس زمانہ میں افغانستان کا حصہ تھا۔ اب یہ پاکستان کا ایک حصہ ہے۔ حسن خاں کے ایک اور بھائی تھے جن کا نام حسین خاں تھا۔ دونوں بھائیوں کے درمیان کسی بات پر نزاع پیدا ہو گیا۔ چنانچہ حسن خاں اپنے بھائی حسین خاں سے نہ صرف علیٰحدہ ہو گئے، بلکہ اُنھوں نے سوات سے ہجرت بھی کر ڈالی، اور انڈیا کے ایک صوبہ اترپردیش کے علاقے جون پور میں پہنچ گئے۔ اس وقت یہاں سلطان خاں کی حکومت تھی۔ پہلے ہمارا خاندان جون پور میں بسا، پھر کچھ لوگ اعظم گڑھ کے علاقے میں جا کر بس گئے۔ یہیں میری پیدائش ہوئی۔

س: تعلیمی مراحل؟

ج: بچپن میں میرا حال یہ تھا کہ اکثر میں گھر سے نکل کر کھیتوں اور باغوں کی طرف چلا جاتا تھا۔ گاؤں کے باہر ندی پر ایک پل تھا۔ میں وہاں جا کر بیٹھ جاتا، اور دیر تک دریا کی روانی اور کائنات کے مناظر کو دیکھتا رہتا تھا۔ فطرت کو دیکھنا میرا پسندیدہ کام تھا۔ کچھ شعور ہوا تو ابتدائی تعلیم گاؤں کے ایک مکتب میں شروع ہوئی۔ اس کے بعد 1938 میں عربی تعلیم کے لیے میں نے مدرسۃ الاصلاح (سرائے میر، اعظم گڑھ) میں داخلہ لیا۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد جب میں نے دیکھا کہ میں سماج میں ارریلیونٹ ہوں، یعنی میری تعلیم اس لائق نہیں جو مجھے موجودہ سماج میں مفید بنا سکے تو میں نے دوبارہ تفاسیر وحدیث وغیرہ کا مطالعہ کیا، انگریزی زبان سیکھی، پھر سیکولر علوم اور سائنس وغیرہ کا مطالعہ کیا۔ اس طرح میں نے زمانی شعور حاصل کیا، اور پورے یقین کے ساتھ اسلام کو از سر نو دریافت کیا۔

س: فہم قرآن کے بنیادی اصول؟

ج: ڈی کنڈیشنڈ مائنڈ کے ساتھ قرآن میں تدبر کرنا، اور تقوی کے ساتھ اللہ سے دعا کرنا۔

س: کھانے اور پہننے میں کیا پسند ہے؟

ج: لائف اسٹائل کے معاملے میں میرا اصول یہ ہے — سادہ زندگی، اونچی سوچ:

simple living, high thinking

س: ہندوستان میں اسلام کی دعوت اور اس پر عمل کتنا دشوار ہے؟

ج: آج کے دور میں کسی بھی ملک میں دعوت کا کام مشکل نہیں ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ پیس فل انداز میں حکمت کے ساتھ دعوت کا کام کیا جائے۔

س: ایک داعی کو کن اَوصاف سے متصف ہونا چاہیے؟

ج: داعی کے دل میں مدعو کے لیے مکمل طور پر خیر خواہی (نصح) کا جذبہ ہونا چاہیے۔ مدعو کی کوئی بھی اشتعال انگیز بات داعی کو خیر خواہی کے جذبے سے دور نہ کرے۔

س: حقوق مسلم کے لیے آپ کی جدو جہد کی چند جھلکیاں؟

ج: میں نے مسلمانوں کو ہمیشہ یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ حقوق طلبی کی مہم ترک کریں، اور لوگوں کے لیے نافع (giver) بن کر زندگی گزاریں۔ حدیث کے الفاظ میں، وہ الید العلیا بنیں، الید السفلیٰ نہیں (صحیح البخاری، حدیث نمبر 1427)۔ یعنی وہ دینے والے (giver) بنیں، نہ کہ لینے والے۔

س: غیر مسلم کس کس رکاوٹ کی وجہ سے نعمتِ اسلام سے محروم ہیں؟

ج: دعوت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ خود مسلمان ہیں۔ مسلم مفکرین کی یہ غلطی ہے کہ انھوں نے سیاسی میدان میں مغلوب ہونے کی وجہ سے جدید فکر یا جدید تہذیب کو اسلام کا مخالف سمجھ لیا۔ اس بنا پر ان کے اور جدید ذہن کے درمیان غیر ضروری ٹکراؤ پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ موجودہ دور میں دعوت کا کام نارمل انداز میں جاری نہیں ہے۔ میری ان کو نصیحت ہے کہ وہ جدید فکر کے خلاف اپنی منفی مہم بند کردیں۔ اس کے بعد غیر مسلموں کے درمیان دعوت کا کام بالکل فطری انداز میں جاری ہو جائے گا۔

س: فرقہ وارانہ تشدد (مذہبی، مسلکی، سیاسی، لسانی وغیرہ) کے اسباب ووجوہات؟

ج: اختلاف کو مینج کرنے کا فقدان۔ اختلاف (difference) کے معاملے میں ہمیشہ دو طریقے ہوتے ہیں— غلو کا طریقہ اور ٹالرنس کا طریقہ۔ غلو کا طریقہ یہ ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ مختلف مسالک فکر کے درمیان ایک ہی طریقہ صحیح ہے، دوسرے تمام طریقے غلط ہیں، ان کو ختم ہوجانا چاہیے۔ اس کے برعکس، دوسرا طریقہ رواداری یا وسعتِ نظری کا طریقہ ہے، یعنی یہ سمجھنا کہ جو اختلاف ہے، وہ تنوع (diversity) کا معاملہ ہے۔ جس کا عملی فارمولا اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے— ایک کی پیروی، سب کا احترام:

follow one, respect all

س: فرقہ وارانہ تشدد کی فضا کو ختم کرنے کے لیے کون کیا کردار ادا کرے؟

ج: نفرت کی فضا کو ختم کرنے کا صرف ایک اصول ہے، یک طرفہ طور پر صلح کرلینا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر کیا تھا۔

س: پوری دنیا میں ”مسلمان ہی مظلوم“ کیوں ہیں؟

ج: مسلمان مظلوم نہیں ہیں، وہ اپنی غیر حکیمانہ پلاننگ کی قیمت ادا کررہے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ وہ اپنے عمل کی پریکٹکل وزڈم کی بنیاد پرری پلاننگ کریں۔

س: دینی مدارس کی اصلاح کے لیے کیا تجاویز دیں گے؟

ج: حدیث کے الفاظ میں، وہ بصیر زمانہ بنیں (صحیح ابن حبان، حدیث نمبر 361)۔ بصیر زمانہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ مدارس زمانے کے مطابق، اپنے عمل کی درست منصوبہ بندی (right planning) کریں۔ زمانے سے باخبری کے بغیر اسلامی عمل کی درست منصوبہ بندی نہیں ہوسکتی ہے۔ اس بنا پر اہلِ مدارس کو یہ کوشش کرنا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے حالات سے پوری طرح باخبر ہوں، ورنہ ان کی سرگرمیاں بے نتیجہ ہو کر رہ جائیں گی۔ مثلاً ہم ایسے زمانے میں ہیں جو امن کا زمانہ ہے۔ ایسے زمانے میں صرف پر امن منصوبہ بندی نتیجہ خیز ہوسکتی ہے۔ اگر کوئی آج کے

زمانے سے بے خبر ہو، اور وہ امن کے زمانے میں جنگ کی تیاری کرے، اور پھر اپنے زمانے کے لوگوں کے خلاف لڑائی چھیڑ دے تو بلاشبہ اس کا منصوبہ غلط ہوجائے گا۔ اپنے جان و مال کو قربان کرنے کے باوجود وہ کوئی مثبت نتیجہ (positive result) حاصل نہ کرسکے گا۔ مدارس کے تعلق سے مزید تفصیل میری کتاب "علماء اور دورِ جدید"، اور "دین وشریعت" میں دیکھی جاسکتی ہے۔

س: آپ بصیرِ زمانہ بننے پر بہت زور دیتے ہیں، کیا آپ سے پہلے کسی عالم نے ایسا کہا ہے؟

ج: قدیم علما کے یہاں اس کی مثالیں ملتی ہے۔ مثلاً وہب بن منبہ (وفات 114ھ) نے کہا ہے کہ آل داؤد کی حکمتوں میں ایک یہ ہے: حَقٌّ عَلَى الْعَاقِلِ أَنْ يَكُونَ عَارِفًا بِزَمَانِهِ (الصمت وآداب اللسان لابن أبي الدنيا، اثر نمبر 31)۔ یعنی عقلمند انسان (wise person) پر لازم ہے کہ وہ اپنے زمانے سے باخبر ہو۔ اسی طرح ابن الحاجب الکردی المالکی (وفات 646ھ) کا قول ہے: وَمِنْ شِيَمِ الْعَالِمِ أَنْ يَكُونَ عَارِفاً بِزَمَانِهِ (جامع الأمہات لابن الحاجب، صفحہ 575)۔ یعنی عالم کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ اپنے زمانے سے باخبر ہو۔ یہی بات ابن عبد البر (وفات 463ھ) نے بھی اپنی کتاب الکافی فی فقہ أہل المدینۃ (جلد 2، صفحہ 1132) میں لکھی ہے۔ ابن کثیر (وفات 774ھ) نے اپنے استاد برہان الدین الفزاری کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: عَارِفًا بِزَمَانِهِ (البدایۃ والنہایۃ، جلد 14، صفحہ 167)۔ یعنی وہ اپنے زمانے سے باخبر عالم تھے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب درالمختار (صفحہ 95) میں اس تعلق سے ایک بامعنی قول ان الفاظ میں آیا ہے: مَنْ لَمْ يَكُنْ عَالِمًا بِأَهْلِ زَمَانِهِ فَهُوَ جَاهِلٌ (جو اپنے زمانے کا عالم نہ ہو، وہ جاہل ہے)۔ مشہور حنفی فقیہ ابن عابدین شامی (وفات 1889) نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں لکھا ہے: وَمَنْ لَمْ يَدْرِ بِعُرْفِ أَهْلِ زَمَانِهِ فَهُوَ جَاهِلٌ (الرد المختار، جلد 3، صفحہ 724)۔ یعنی جو اپنے زمانے والوں کے ٹریڈیشن سے بے خبر ہو، وہ جاہل ہے۔ تو میں نے جو بات کہی ہے، وہ کوئی نئی بات نہیں ہے، بلکہ میں نے جدید اسلوب میں وہی بات دہرائی ہے، جو قدیم علما کہتے رہے ہیں۔

س: 96 سالہ زندگی کے تجربات کی روشنی میں ہم جاننا چاہیں گے کہ ایک فرد کو کن اصولوں کو مدنظر

رکھتے ہوئے زندگی گزارنی چاہیے؟

ج: پرابلم کو اگنور کرنا اور مواقع کو دریافت کر کے منصوبہ بند طریقے سے اس کو اویل کرنا۔

س: کبھی پاکستان کا دورہ کیا... اگر نہیں تو کیا خواہش ہے؟

ج: میں نے پاکستان کا تین مرتبہ سفر کیا ہے۔ ان میں ایک سفر تقسیم سے پہلے 1945 میں ہوا تھا۔ اس کے بعد دوسرا سفر 1971 میں ہوا، پھر تیسرا سفر 1985 میں ہوا۔ ان کی تفصیل میری کتاب سفر نامہ غیرملکی اسفار جلد اول میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً میں پاکستان کے تعلق سے مضامین بھی لکھتا رہا ہوں۔ اس وقت ہمارے مشن سے تعلق رکھنے والی ایک ٹیم بھی پاکستان میں موجود ہے، جو وہاں ہمارے دعوتی مشن کو یکسوئی کے ساتھ آگے بڑھا رہی ہے۔

س: اُمت مسلمہ کو نشاۃ ثانیہ کے سفر میں کس مرحلہ میں دیکھتے ہیں؟

ج: مسلم مفکرین یہ سمجھتے ہیں کہ جدید فکر (modern thought) ان کے خلاف ایک چیلنج ہے۔ مگر بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جس چیز کو جدید فکر کہا جاتا ہے وہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے اسلام مخالف نہیں ہے، وہ عین موافقِ اسلام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جدید ذہن اور جدید تہذیب پوری کی پوری اسلام کے موافق ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے دیکھیے تو اسلام اور جدید فکر میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ اصل مسئلہ فکرِ جدید کو بدلنے کا نہیں ہے، بلکہ مسلمانوں کی سوچ کو بدلنے کا ہے۔ اس کے بعد کوئی مسئلہ باقی نہیں رہے گا۔ مسلمانوں کا مزاج ہے ہر نئی چیز کے خلاف ہو جانا۔ مثلاً جب کلونیلزم کا دور آیا تو وہ اس کے خلاف ہو گئے۔ اسی مزاج نے اصل مسئلہ پیدا کیا ہے۔ اس ذہنیت کو بدلنا ہے۔

س: امت مسلمہ اپنا کھویا ہوا وقار اور مقام کیسے حاصل کر سکتی ہے؟

ج: ان کو پانچ پوائنٹ فارمولا اختیار کرنا چاہیے۔ وہ پانچ پوائنٹ فارمولا درج ذیل ہے:

(1) معرفتِ خداوندی (realization of God)

(2) مثبت سوچ (positive thinking)

(3) دعوت الی اللہ

(4) نفرت (hate) کا کلی خاتمہ، منفی سوچ کا کلی خاتمہ، مغرب کو اسلام کا دشمن سمجھنے کے بجائے اس کو اسلام مؤید سمجھنا۔

(5) سیاسی ٹارگٹ کے بجائے آخرت رخی زندگی کو اپنا ٹارگٹ بنانا۔

س: اہل پاکستان کے نام... محبت بھرا پیغام؟

ج: وہ قرآن کی اس آیت کو اپنے لیے رہنما آیت کی حیثیت سے اختیار کرلیں: وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ (41:34)۔ یعنی بھلائی اور برائی دونوں برابر نہیں، تم جواب میں وہ کہو جو اس سے بہتر ہو پھر تم دیکھو گے کہ تم میں اور جس میں دشمنی تھی، وہ ایسا ہو گیا جیسے کوئی دوست قرابت والا۔

اس آیت کے مطابق، کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا ابدی دشمن نہیں ہے، پیدائشی طور پر ہر انسان امکانی دوست (potential friend) کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے اس معاملے میں اہل پاکستان کی منصوبہ بندی یہ ہونا چاہیے کہ وہ بالقوۃ (potential) دوست کو، قرآن کی رہنمائی کے مطابق، بالفعل (actual) دوست بنانے کا طریقہ اختیار کرے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (وفات 1810) اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں: وقيل معناه لا تستوى الحسنة فى جزئياتها ولا تستوى السيّئة فى جزئياتها بل بعضها فوق بعض فى الحسن والسوء فاذا اعترضك من بعض أعدائك سيّئة فادفعها بأحسن الحسنات كما لو أساء إليك رجل فالحسنة ان تعفو عنه والتي احسن ان تحسن اليه (تفسیر المظہری، جلد 8، صفحہ 296)۔ یعنی بعض علما نے آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نیکیاں سب ایک درجہ کی نہیں ہوتی ہیں، اسی طرح برائیوں کے درجات بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اب اگر کوئی دشمن کوئی بدی کرے تو اس کے مقابلہ میں بہترین اعلیٰ درجہ کی نیکی سے کام کیا جائے۔ مثلاً کسی نے اگر تمہارے ساتھ بدسلوکی کی ہو تو درگذر کرنا چاہیے۔ لیکن اعلی نیکی یہ ہے کہ برائی کے بدلے دشمن سے بہترین سلوک کیا جائے — بداخلاقی کے جواب میں حسن اخلاق بلاشبہ سب سے اعلیٰ اخلاق ہے۔

سوال وجواب

سوال

قرآن کی ایک آیت ہے: أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِنْ أُولَئِكُمْ أَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ (54:43)۔ یعنی کیا تمہارے منکران لوگوں سے بہتر ہیں یا تمہارے لیے آسمانی کتابوں میں معافی لکھ دی گئی ہے۔ اس آیت میں کس چیز کی براءۃ کی طرف اشارہ ہے۔ (حافظ سید اقبال احمد عمری، تامل ناڈو)

جواب

قرآن کی اس آیت میں وقتی ریفرنس کے اعتبار سے قدیم مکہ کے قریش کو خطاب کرتے ہوئے یہ بات کہی گئی ہے۔ اصولی اعتبار سے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں کوئی گروہ مستثنیٰ گروہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔ ہر ایک کا معاملہ یکساں ہے۔ یعنی ہر ایک کو ایک ہی معیار پر جانچا جائے گا۔ ہر ایک سے ایک ہی اصول کی روشنی میں معاملہ کیا جائے گا۔ نہ پیدائشی اعتبار سے کسی کا معاملہ دوسروں سے مختلف ہے، اور نہ ایسا ہے کہ قرآن کے سوا جو دوسری آسمانی کتابیں اللہ نے اتاری ہیں، ان میں کسی گروہ کے بارے میں یہ اعلان ہے کہ ان کا کیس ایک مستثنیٰ کیس ہے۔ وہ بھی خدا کے مواخذہ کے قانون کے تحت ہیں، جس طرح دوسرے تمام لوگ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ پچھلے پیغمبروں کا انکار کرنے والوں کے ساتھ جو واقعات پیش آئے، ان میں پیغمبر اسلام کا انکار کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔ مگر انہوں نے اس سے نصیحت نہ لی۔ یہی تمام قوموں کا حال ہے۔ کھلی نشانیوں کے باوجود ہر قوم اپنے آپ کو محفوظ اور مستثنیٰ قوم سمجھ لیتی ہے۔ ہر قوم دوبارہ وہی سرکشی کرتی ہے، جو اس سے پہلے والی قوموں نے کی، اور اس کے نتیجہ میں وہ خدائی عذاب کی مستحق ہوگئیں۔

کسی قوم کا اپنے آپ کو خدا کا محبوب خیال کر لینا سراسر باطل خیال ہے۔ خدا کے یہاں فرد فرد کا حساب ہونا ہے، نہ کہ قوم قوم کا۔ ہر آدمی جو کچھ کرے گا اسی کے مطابق وہ خدا کے یہاں بدلہ

پائے گا۔ ہر آدمی اللہ کی نظر میں بس ایک انسان ہے، خواہ وہ ایک قوم سے تعلق رکھتا ہو یا دوسری قوم سے۔ ہر آدمی کے مستقبل کا فیصلہ اس بنیاد پر کیا جائے گا کہ امتحان کی دنیا میں اس نے کس قسم کی کارکردگی کا ثبوت دیا ہے۔ جنت کسی کا قومی وطن نہیں، اور جہنم کسی کا قومی جیل خانہ نہیں۔ اللہ کے فیصلہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے ایسے افراد اٹھاتا ہے، جو لوگوں کو زندگی کی حقیقت سے آگاہ کریں۔ ان کو جہنم آگاہ کریں اور جنت کی خوش خبری دیں۔ خدا کے اسی بشیر ونذیر کا ساتھ دے کر آدمی خدا کو پاتا ہے، نہ کہ کسی اور طریقے سے۔

سوال

قرآن کی ایک آیت ہے: وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ (4:159)۔ یعنی اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لے آئے۔ اس آیت میں بِہٖ ضمیر کا مرجع کس کی طرف ہے۔ (ایک قاری الرسالہ، ممبئی)

جواب

مذکورہ آیت میں پہلی ضمیر کا مرجع قرآن (کی بیان کردہ حقیقت) ہے، اور دوسری ضمیر کا مرجع افراد اہل کتاب۔ اس لحاظ سے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اہل کتاب کا ہر فرد اپنی موت سے پہلے اس معاملے میں قرآن کی بیان کردہ حقیقت کو یقین کے ساتھ مان لیتا ہے۔ یعنی منصوبۂ تخلیق کی حقیقت کو مان لیتا ہے، اگرچہ وہ اسلام اور قرآن کا نام نہ لے۔ اصل یہ ہے کہ انسان اپنی آخری عمر میں پہنچ کر مین کٹ ٹو سائز (man cut to size) بن جاتا ہے۔ اس وقت وہ یہ ریلائز (realize) کرنے لگتا ہے کہ وہ اس دنیا میں عاجز مطلق ہے۔ یہ واقعہ مخصوص طور پر اہلِ کتاب سے متعلق نہیں ہے، بلکہ وہ ایک عام قانون ہے جس کا اطلاق اہل کتاب پر بھی ہوتا ہے۔

عبد اللہ بن عباس (وفات 68ھ) کے شاگرد عکرمہ تابعی (وفات 105ھ) اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ کوئی یہودی یا عیسائی نہیں مرے گا یہاں تک کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے (لَا يَمُوتُ النَّصْرَانِيُّ وَلَا الْيَهُودِيُّ حَتَّى يُؤْمِنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلّم)

تفسیر طبری، جلد 9، صفحہ 386۔

یہود و نصاری کے پاس آسمانی علم تھا ایسے لوگ یہ سمجھنے میں غلطی نہیں کر سکتے تھے کہ پیغمبر عربی کی دعوت خالص خدائی دعوت ہے۔ مگر پیغمبر عربی کو ماننا اور ان کے مشن میں اپنا مال اور اپنی زندگی لگانا ان کو دنیوی مصلحتوں کے خلاف نظر آتا تھا۔ اس بنا پر انہوں نے آپ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ مگر جب موت آدمی کے سامنے آتی ہے تو اس قسم کی تمام مصلحتیں باطل ہوتی ہوئی نظر آنے لگتی ہیں۔ اس وقت آدمی کے ذہن سے تمام مصنوعی پردے ہٹ جاتے ہیں اور حق اپنی کھلی صورت میں سامنے آجاتا ہے۔ موت کے دروازے پر پہنچ کر آدمی اس چیز کا اقرار کر لیتا ہے جس کو وہ موت سے پہلے ماننے کے لیے تیار نہ تھا۔ مگر اس وقت کے اقرار کی اللہ کی نظر میں کوئی قیمت نہیں۔

یہ بات جو یہاں اہلِ کتاب کی نسبت سے کہی گئی ہے، وہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے ہر انسان کی نسبت سے ہے۔ اللہ کے قانون کے مطابق، ہر انسان کے ساتھ یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ وہ اپنی موت سے کچھ لمحہ پہلے ذہنی اعتبار سے موجودہ دنیا سے منقطع ہو جاتا ہے، اس کو آخرت کی حقیقتیں نظر آنے لگتی ہیں۔ یہ وقت وہی ہوتا ہے جس کو حدیث میں غرغرہ (مسند احمد، حدیث نمبر 6160) کہا گیا ہے۔ یہی واقعہ ہر اہلِ کتاب کے ساتھ موت کے وقت پیش آئے گا۔ یعنی جس حقیقت کو وہ موت سے پہلے کے دور میں ماننے کے لیے تیار نہ تھا، موت کے وقت، جب کہ موت کا فرشتہ اس کے پاس آچکا ہوگا، اس پر حقیقتِ واقعہ منکشف ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ اس انکشاف کا اعلان دنیا والوں کے سامنے نہ کر سکے گا، لیکن خود اپنے علم کے مطابق، وہ اس کو بخوبی طور پر جان لے گا۔

یہودیوں میں چند لوگ، عبداللہ بن سلام وغیرہ، پیغمبر اسلام پر ایمان لائے اور آپ کا ساتھ دیا۔ جو لوگ دین میں انسانی اضافوں سے گزر کر اصل آسمانی دین سے آشنا ہوتے ہیں، جو عصبیت اور تقلید اور مفاد پرستی کی ذہنیت سے آزاد ہوتے ہیں ان کو سچائی سمجھنے اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کرنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی۔ وہ ہر قسم کے ذہنی خول سے باہر آ کر سچائی کو دیکھ لیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی جنتوں میں داخل کیے جائیں گے۔

سوال

میرا تعلق پاکستان سے ہے، میرا سوال یہ ہے کہ میں شادی شدہ ہوں، اور اپنے سسرال میں رہتی ہوں۔ میری شادی شدہ زندگی میں کچھ مسائل ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ جب سسرال کا کوئی فرد آپ کے لیے پرابلم پرسن (problem person) بن جائے، وہ مختلف طریقے سے آپ کو پریشان کرنے لگے، لیکن آپ کا شوہر اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد نہ کرے تو ایسے موقع پر کیا کرنا چاہیے۔ براہِ کرم آپ اس کا جواب دیں۔ (مزنادیہ اسلم)

جواب

چوں کہ آپ نے کوئی متعین مثال نہیں دی ہے، جس سے معاملے کی نوعیت سمجھ میں آئے۔ اس لیے میں جنرل صورتِ حال کے مطابق، اس کا جواب دوں گا۔ اس قسم کے مسئلے کا حل میرے تجربے کے مطابق، صرف ایک ہے، اور وہ ہے، یک طرفہ صبر۔ اس فارمولے کے سوا کوئی اور فارمولا اس معاملے میں قابلِ عمل نہیں ہے۔ شادی شدہ زندگی کے مسائل کی جڑ یہ ہے کہ شادی عام طور پر نان بلڈ ریلیشن شپ (non-blood relationship) کے درمیان ہوتی ہے۔

شوہر کو اپنے خونی رشتے داروں سے ایموشنل تعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح بیوی کو بھی اپنے خونی رشتہ داروں سے ایموشنل تعلق ہوتا ہے۔ لیکن شادی کے بعد شوہر اور بیوی، جو پہلے الگ الگ تھے، یکجا ہو کر زندگی گزارتے ہیں۔ یہ یکجائی دو متضاد تعلق کے درمیان ہوتی ہے۔ اس بنا پر شادی کے بعد دونوں فریقین کے درمیان اختلافات کا ہونا بالکل فطری ہے۔

اس مسئلے کا حل صرف ایک ہے۔ وہ یہ کہ دونوں فریق اس فطری حقیقت کو جانیں، اور اپنے آپ کو پہلے سے اس صورتِ حال کے لیے تیار کرلیں، جس کو میں دو متضاد کے درمیان ہم آہنگی کہوں گا۔ دو متضاد کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کا فارمولا ایک لفظ میں صرف ایڈجسٹ منٹ ہے۔ اس کے سوا اس مسئلے کا اور کوئی قابلِ عمل حل نہیں۔ آپ کے لیے یہ مشورہ ہے کہ آپ میری کتاب خاندانی زندگی (انگریزی ورزن:Family Life) کا مطالعہ کریں۔

خبرنامہ اسلامی مرکز — 274

● انڈین پلورزم فاؤنڈیشن کولکاتا کی جانب سے 21 ستمبر 2020 کو ایک آن لائن پروگرام منعقد کیا گیا تھا۔ پروگرام کا عنوان تھا: وبا کے دور میں امن کی تلاش (Search for Peace in the Pandemic)۔ اس پروگرام کو برٹش ہائی کمیشن کولکاتا نے سپورٹ کیا تھا۔ اس پروگرام کو مختلف مذاہب کے نمائندوں نے خطاب کیا تھا۔ اسلام کی نمائندگی مز ماریہ خان، ممبر سی پی ایس انٹرنیشنل دہلی نے کی تھی۔ مز ماریہ خان کا خطاب کافی پسند کیا گیا۔

● پدم وبھوشن انڈین گورنمنٹ کا دوسرا بڑا شہری اعزاز ہے جو سول میدان میں خدمات کے لیے دیا جاتا ہے۔ 2021 میں جن لوگوں گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے پدم وبھوشن ایوارڈ کے لیے نامزد کیا گیا ہے، ان میں صدر اسلامی مرکز بھی ہیں۔ یہ ایوارڈ صدر اسلامی مرکز کو اسپریچوالٹی کے میدان میں ان کی خدمات کے لیے دیا گیا ہے۔ یہ ایوارڈ سی پی ایس انٹرنیشنل فیملی اور ان کے خیرخواہوں کے لیے یقیناً بوسٹ (boost) کی حیثیت رکھتا ہے تاکہ وہ مزید دلجمعی کے ساتھ دعوت اور تزکیہ کا کام پرامن طریقے سے کریں۔

● سی پی ایس لیڈیز کے ذریعے خواتین کے درمیان دعوتی کام کیا جارہا ہے۔ اس تعلق سے سی پی ایس خواتین کا ایک ویبینار 17 جنوری 2021 کو منعقد ہوا تھا۔ اس میں دعوتی امور پر گفتگو ہوئی۔ ڈاکٹر فریدہ خانم (نئی دہلی)، ڈاکٹر نجمہ صدیقی (نئی دہلی)، مز فہمیدہ خان (فیض آباد)، مز کوثر اظہار (امریکا) اور ڈاکٹر سفینہ تبسم (سہارن پور، یوپی) نے اس پروگرام کو خطاب کیا۔ مز شبینہ علی (کولکاتا) نے اس پروگرام کو ماڈریٹ کیا تھا۔ اس پروگرام میں یہ طے کیا گیا کہ اب ہر ماہ اسی طرح ایک ویبینار کیا جائے گا، اور دعوتی کام کو آگے بڑھایا جائے گا۔ خواتین نے یہ بھی کہ طے کیا ہے کہ ہر ہفتے ایک آن لائن قرآن کلاس منعقد کی جائے گی، جس کو مز فاطمہ سارہ (بنگلورو) کنڈکٹ کریں گی۔ پھر اس کے بعد پہلا قرآن کلاس 31 جنوری 2021 کو منعقد ہوا، اور ہر ہفتے برابر یہ کلاس جاری ہے۔ اس گروپ سے جڑنے کے بعد جو تبدیلی آئی ہے، اس سلسلے میں چند خواتین ممبروں نے ذیل کے تاثر دیے ہیں:

1۔ خواتین کا یہ گروپ میرے لیے بہت بڑی بات ہے۔ یہ گروپ ہمارے لیے آئینہ ہے۔ ہم سب کو اپنی اصلاح میں مدد کرتا ہے۔ (ڈاکٹر سفینہ تبسم، سہارنپور)

2۔ اگر میں اِس لیڈیز گروپ میں نہیں ہوتی تو مجھے اپنی غلطی پر غور کرنا، اور اپنا احتساب کرنا کبھی نہیں آتا (مز شبانہ خاتون، کلکتہ)

3۔ مولانا کی کتابیں میں بہت دنوں سے پڑھتی ہوں۔ لیکن جب اس گروپ میں مولانا کی ٹیچنگس اور ان کی تحریوں پر ڈسکشن ہوا اس نے میری زندگی کے لیے booster کا کام کیا۔ اللہ تعالی مولانا کو صحت اور زندگی دے۔ (مز فہمیدہ خان، فیض آباد، یوپی)

4. After joining this group, I am learning many things at a time today, I am completing 2 months and these 2 months are a complete change for my soul. (Ms Shivani Syed, Delhi)
5. Alhamdulillah! God made arrangement for me to learn through Maulana's team. This group is a blessing for all of us. (Ms. Shah Bano, USA)
6. Thank God for this group which is helping us realize our mistakes. (Dr Naghma Siddiqi, Gurgaon)

● سی پی ایس مشن کی آئڈیالوجی کو اس سے تعلق رکھنے والے افراد مختلف انداز سے لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر قاسم ندیم صاحب (پاکستان) صدر اسلامی مرکز کی تفسیر تذکیر القرآن کو سوال و جواب کے انداز میں لوگوں تک پہنچا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کیسے کیسے مخفی طریقوں سے سی پی ایس انٹرنیشنل کے کام کو آگے بڑھا رہا ہے، اس کا اندازہ مجھے اس میسیج سے ہوا جو پنجاب کے ایک چھوٹے شہر سے مجھے موصول ہوا ہے۔ وہ میسیج یہ ہے: "السلام علیکم سر! کیا میں اپنے کنٹیکٹس اور گروپس میں اس میسیج کو سینڈ کر سکتا ہوں، اور کیا آخر میں اپنے ادارے کا نام اور ایڈریس لکھ سکتا ہوں کیوں کہ اپنے گاؤں میں میں نے دعوت وتبلیغ کا کام شروع کیا ہے۔" میں نے اس کو اجازت دے دی، اور یہ لکھا: بالکل آپ اس کو استعمال کر کے دعوت وتبلیغ کا کام جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔ قرآن کا پیغام ہمارے پاس لوگوں کی امانت ہے۔ اسے ہر زبان میں سارے انسانوں تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔

صدر اسلامی کو ساری دنیا میں پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ذیل میں چند افراد کے تاثر دیے جا رہے ہیں:

● مولانا صاحب کی ذکر کردہ باتوں میں سب سے زیادہ متاثر کن بات جو مجھے لگی، وہ حدیبیہ کی صلح اور یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ یعنی بغیر کسی نزاع کے مشرک بادشاہ سے عہدے کی درخواست کرنا اور لوگوں کی فلاح کے کام کرنا۔ یہ فلاح کا پہلو دین کا اہم ترین پہلو ہے جسے آج کل موضوع نہیں بنایا جاتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پوری امت ذہنی اور فکری غلام بنی ہوئی ہے، ان اقوام کی جو غیر نزاعی اعتبار سے کام کرتے ہیں۔ حدیبیہ کی صلح سے یہ سبق ملتا ہے کہ بغیر کسی اعتراض کے فریق ثانی کے ساتھ یک طرفہ صلح کرو، تاکہ دعوت کا موقع مل سکے۔ (ڈاکٹر فوزیہ انور، کراچی)

● مولانا صاحب کے اس جملے نے میری زندگی بدل دی —— ہر روز انسانوں کی موت اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ اس دنیا میں بظاہر کامیاب آدمی کی خوشی اتنی ہی بے حقیقت ہے جتنا کہ کا بظاہر ناکام آدمی کا غم۔ (دانیال طاہر، کراچی)

● مولانا صاحب کو اب تک جتنا پڑھ پایا ہوں، ان میں سب سے بڑی بات یہ سمجھ میں آئی ہے کہ زندگی میں ہر بات اور ہر کام میں مثبت ذہن کا پہلو اولین ترجیح رہے اور ردعمل کی نفسیات سے حتی الامکان بچا جائے۔ مولانا نے زندگی میں ہر بات میں بھڑک جانے کو تمام مسائل کی وجہ بتایا ہے، اور صبر وتقویٰ کو اس کا حل۔ الحمدللہ، یہ اصول زندگی

میں بہت حوصلہ عطا کرتا ہے (شجاعت علی، لندن)

● مولانا وحید الدین خان کی کتاب "اللہ اکبر" بہت عمدہ کتاب ہے۔ یہ آپ کو خدا کے وجود اور اس پر یقین سے لے کر انسانی تخلیق کے حقیقی مقاصد تک لے جائے گی۔ یہ کتاب "بندے" میں "بندگی" کے احساس کو اجاگر کرتی ہے، اور اس کو مقصدِ تخلیق سے آگاہ کرتی ہے۔ (محمد مجاہد اشرف، پنجاب یونیورسٹی لاہور)

● رب کی توفیق سے میں نے مولانا وحید الدین خاں صاحب کی کافی کتابوں کا صرف مطالعہ ہی نہیں کیا، بلکہ انھیں بار بار پڑھ کر سمجھنے کی کوشش کی، جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مولانا صرف ایک عالم دین ہی نہیں بلکہ دورِ جدید کے ایک محقق، مجدد اور مفسر ہونے کے ساتھ ایک بہترین سائکالوجسٹ بھی ہیں۔ مولانا کی کوئی بھی کتاب ہو، اس کا ایک ایک لفظ آپ کے دل و دماغ سے خود بخود ہی تصدیق ہوتا چلا جاتا ہے۔ آپ کو یوں لگتا ہے کہ شاید یہ آپ ہی کے دل کی بات تھی، جو مولانا نے لکھی ہے۔ مولانا ایک ایسا سرمایہ ہیں کہ جن کے لیے یہ کہنا درست ہوگا کہ شاید ہی ایسا کوئی دوسرا شخص صدیوں تک ہمیں مل سکے۔ مولانا کی کتابوں میں جو چیز مجھے سب سے زیادہ ملی وہ یہ کہ خدا کی دنیا میں خدا کی مرضی کے مطابق زندگی گزارلو۔ اس سے تمھیں خدا مل جائے گا، اور جب خدا مل گیا تو سب کچھ مل گیا۔ میرا یہ کہنا بھی مبالغہ نہیں، بلکہ حقیقت ہے کہ اگر میں مولانا کو نہ پڑھتا تو شاید آج میں اس دنیا میں نہ ہوتا۔ مولانا کی کتابوں نے مجھے ایک نئی زندگی دی، مجھے جینے کا ایک انوکھا ڈھنگ دیا، میرے سامنے زندگی کی حقیقت کو بیان کیا، مجھے خدا سے ملنے کا راستہ دکھایا۔ مولانا کی کتابوں نے مجھے میری اہمیت بتائی، میری آنکھوں کے سامنے سے فریب کے پردے اٹھادیے۔ مجھے یہ سکھایا کہ میری زندگی ایک بامعنی زندگی ہے۔ میں دنیا میں بامقصد زندگی گزارنے کے لیے بھیجا گیا ہوں، نہ کہ بے مقصد۔ مولانا اور مولانا کی پوری ٹیم میری ہر دعا میں شامل ہے۔ (ابراہیم، لاہور)

● مولانا صاحب کو میں نے اسٹڈی کیا ہے۔ مجھے ہر وقت مولانا کے لٹریچر سے امید اور صبر کی غذا حاصل ہوئی ہے۔ میرے خیال میں کامیاب زندگی گزارنے کے لیے یہی دو اصول کافی ہیں۔ (محمّد داؤد سوراب، بلوچستان)

● مولانا صاحب کی کتابوں نے میری زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کیا ہے۔ یہاں ان میں سے چند باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ 1۔ میں منفی (negative) سے مثبت (positive) ہوگیا ہوں۔ 2۔ میرا مزاج داعیانہ ہوگیا ہے۔ 3۔ سائنس کی ہر ایجاد میرے ایمان میں اضافے کا ذریعہ بنتی ہے۔ 4۔ غیر مسلم قوم سے نفرت اب محبت میں بدل گئی ہے۔ دوسرے الفاظ میں، مولانا کی کتابوں سے پہلے میں بے شعور (immature) تھا اب میچور (mature) ہوگیا ہوں۔ (گل رحمان، لکی مروت، پختونخوا)

● مولانا صاحب کی تحریروں اور تقریروں سے میرا تعلق تین سال سے ہے۔ مولانا میں ایک کمال یہ ہے کہ ان کی جو بھی تحریریں ہیں وہ موجودہ دور کے مطابق انسان کی عقل میں صحیح فٹ آتی ہیں۔ الحمد اللہ، زندگی کا مقصد سمجھ میں

آ گیا ہے، میرے اندر سے انا (ego) اور ضد اور حسد ختم ہوا ہے۔ میں نے یہ سیکھا ہے اپنے معاملات کو اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے۔ اس کے علاوہ فطرت کے قانون کو بہت قریب سے جانا ہے جس کی وجہ سے حقیقت کے قریب ہوا ہوں۔ (عرفان رحمان، رحیم یار خان، پاکستان)

● مولانا کی کتابوں کی سب سے بڑی خوبی اس سائنسی دور میں سائنسی اپروچ ہے۔ وہ جو کچھ بھی لکھتے ہیں موجودہ ذہن کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں، اور مدلل اور سادہ انداز میں لکھتے ہیں۔ مولانا کی کتابیں عالم وطالب، عام وخاص، سائنس دان وآرٹسٹ الغرض سب کے لیے یکساں مفید ہیں۔ "مذہب اور سائنس" جیسی کتاب میں مولانا کے مطالعہ پر حیرت ہوتی ہے کہ ان کی نظر دینی علوم کے ساتھ ساتھ مغربی علوم پر بھی بہت گہری ہے۔ اس کتاب میں مولانا نے جس طرح منکرِ خدا سائنس دانوں اور دیگر مفکرین کی غلطیاں واضح کر کے بیان کی ہیں، یقیناً قابلِ داد ہیں۔ (حفیظ الرحمٰن، بونیر، خیبر پختونخوا)

● میں مولانا کی کتاب "دین کامل" پڑھ رہا ہوں۔ ابتدائی پندرہ صفحات پڑھ کر میرا دل نرم ہوا۔ کچھ جملے ایسے ہیں جو میرے دماغ کو ہٹ (hit) کرتے ہیں۔ مثلاً ایک عنوان ہے "مثل صحابہ ایمان" (صفحہ 13)۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مثلِ صحابہ ایمان کیا ہے، اور مثلِ یہود ایمان کیا۔ یہ تقابل بہت عجیب ہے۔ مثلِ صحابہ ایمان کیا ہے؟ یہ مثلِ یہود ایمان جاننے سے سمجھ میں آیا۔ اسی طرح ایک جملہ ہے "ایک ایمان وہ ہے جو بس جامد عقیدہ ہو، جو آدمی کے ذہنی اسٹور میں بہت سی چیزوں میں سے ایک چیز کے طور پر پڑا ہوا ہو۔ وہ آدمی کی زندگی کا کل نہ ہو بلکہ وہ اس کا صرف ایک جز ہو۔" میرا تجربہ یہ ہے کہ مولانا کی کتابیں پڑھتے رہنے سے اصل چیز پر فوکس بنتا ہے، اور دوسرے علما کی کتابیں پڑھنے سے ایسا نہیں ہوتا۔ (مولانا عبد الباسط عمری، گلبرگہ، کرناٹک)

● سچ تو یہ ہے اگر میں نے مولانا وحید الدین خاں صاحب کی کتابیں نہ پڑھی ہوتی، اور ڈائریکٹ برٹرینڈ رسل اور کارل مارکس یا چارلس ڈارون، وغیرہ کی کتابیں پڑھنا شروع کر دیتا تو میرے لیے صورتِ حال بہت مختلف اور نقصان دہ ہوسکتی تھی۔ اللہ تعالی کا شکر ہے کہ مجھے مولانا کا تعارف وقت پر ہو گیا۔ مولانا صاحب ہمارے لیے حقیقت میں ایک بہت بڑا سرمایہ ہیں، ورنہ جو نام نہاد علما آج ہیں، ان سے کسی ذی شعور آدمی کو سیکھنے اور سمجھنے کو کچھ نہیں ملتا ہے۔ میرے احساسات کو صرف وہی سمجھ سکتے ہیں، جو ان کو پڑھ چکے ہیں۔ اللہ تعالی مولانا کو صحت اور تندرستی کے ساتھ رکھے آمین۔ (عطا المومن فیصل آباد پاکستان)

● جن چند شخصیات نے مجھ پر سب سے گہرا اثر ڈالا ہے، ان میں ایک نام مولانا وحید الدین خان صاحب کا ہے۔ بہت کم ایسا ہوا کہ مولانا نے کسی مسئلہ پر اپنی رائے دی ہو، اور مجھے اس سے اختلاف ہوا ہو۔ بلکہ سچ کہوں تو مرزا غالب کے الفاظ میں —

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

میری تعلیم پہلے کالج میں ہوئی، پھر میں نے مدرسے میں تعلیم حاصل کی۔ جدید تعلیم کی بنا پر کئی ایسے سماجی مسائل تھے، جن میں روایتی طبقے کی رائے مجھے کبھی سمجھ میں نہیں آئی۔ لیکن دین کا حوالہ ہونے کی وجہ سے میں نے خاموش رہنا بہتر سمجھا۔ اس کے بعد جب مولانا وحید الدین خان صاحب کی کتابیں پڑھی، اور ان کی رائے جاننے کا موقع ملا تو دین کو نئے پہلو سے دیکھنے کا موقع ملا، اور دینی احکام کو سمجھنے کی نئی راہیں کھلیں۔ یہ کہنا بجا نہ ہوگا کہ موجودہ دور میں دین کو قابل فہم اور قابل عمل بنانے میں مولانا کی تحریروں نے ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ اللہ مولانا وحید الدین خان صاحب کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور امت پر ان کے سائے کو تادیر سلامت رکھے آمین ثم آمین۔ (عمران صدیقی ندوی، ممبئی)

● معرفتِ رب، دعوتِ حق، حکمتِ حیات پر مشتمل مولانا وحید الدین خاں صاحب کی کتابیں دورِ جدید میں علما کی اپنی عارفانہ اور داعیانہ زندگی کے لیے ایک انمول خزانہ ہیں۔ یہ فکری زندگی کے لیے مہمیز کا کام دیتی ہیں۔ ایک عالم دین کی حیثیت سے میرا تجربہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں مدارس کے فارغین جدید عالمی اپروچ سے بے خبر ہوتے ہیں۔ وہ ان کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ دورِ جدید کے تعلق سے ان کا رویہ اس عربی مقولہ کا مصداق ہے: من جهل شيئًا عاداه (جو کسی چیز سے بے خبر ہو، وہ اس سے دشمنی کرتا ہے)۔ حالاں کہ جدید کلچر میں جہاں بظاہر ناپسندیدگی کا پہلو ہے، وہیں بہت سی باتیں عین اسلام کے موافق ہیں۔ بلکہ موافقِ اسلام باتیں زیادہ ہیں۔ اپنے زمانے کو جاننا اور اس کے مطابق رہنمائی دینا ابتداء سے علما کا طریقہ رہا ہے۔ اس سلسلے میں ابن عابدین کا ایک بامعنی قول ان الفاظ میں آیا ہے: مَنْ جَہِلَ بِأَهْلِ زَمَانِهِ فَهُوَ جَاهِلٌ (مجموعہ رسائل ابن عابدین، صفحہ 131)۔ یعنی جو اپنے زمانے سے لاعلم رہا، پس وہ جاہل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے زمانے کو جانے بغیر اسلام کی طرف صحیح رہنمائی نہیں کی جاسکتی ہے۔ موجودہ دور میں اگر کسی کے دل میں اسلام کی صحیح نمائندگی کرنے کی تمنا ہو، اور اس تعلق سے اپنی ذمے داریوں کو ادا کرنا چاہتا ہے تو موجودہ دور میں ایک صدی پر محیط تجربات پانے والے عالم دین، داعی، زمانہ شناس انسان کی علمی تحقیقات اور ان کی تحریروں سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ کیونکہ انھوں نے اسلام کی تعلیمات کو عصری اسلوب میں پیش کیا ہے۔ جدید دور کے رجحان کے اعتبار سے اسلام کو دینِ رحمت اور دینِ امن کے طور پر مولانا نے واضح کیا ہے۔

اس کے برعکس، عام مسلم اہلِ علم کا معاملہ یہ ہے کہ وہ جنگ کے فضائل کو جانتے ہیں مگر امن کے فوائد سے ناواقف ہیں۔ حالاں کہ نیوکلیئر ہتھیاروں کے دور میں جنگی بہادری دکھانا اور جنگ کو ایمان وعقیدے کی طرح مذہب کا ابدی جزء بتانے کی کوشش کرنا نادانی، اور اپنے نقصان میں مزید اضافہ کرنا ہے۔ یہ جدید دور کے مواقع سے بے خبری کا اعلان ہے۔ پرامن زندگی اور پرامن اقدام ہی اسلام کا مطلوب ہے۔ کیوں کہ اسلام ایک آئڈیالوجی ہے، اور

آئڈیالوجی صرف امن کے حالات میں سمجھی اور سمجھائی جاسکتی ہے۔ مولانا کی تحریروں سے اسلام کی پرامن تصویر واضح ہوتی ہے۔ گویا مولانا کی تحریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام نے انسان کو جو چیز دی ہے وہ یہ ہے — آخرت کی کامیابی کے لیے نظریۂ توحید اور دنیا میں جینے کے لیے نظریۂ امن۔ یہ کانسپٹ اس حدیث کا خلاصہ ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ جنت میں سب سے زیادہ دو چیزوں کی وجہ سے انسان جائے گا، تقویٰ اور حسن اخلاق (تَقْوَى اللَّهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ) جامع الترمذی، حدیث نمبر 2004۔ مولانا سید اقبال احمد عمری، عمر آباد، تامل ناڈو۔

● آج کل میں مولانا وحید الدین خاں صاحب کے سفرناموں کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ مولانا کے سفرناموں میں زیادہ علمی اور مبنی برحکمت مواد موجود ہے۔ اس بنا پر سفرنامہ کو پڑھنے میں زیادہ وقت بھی لگتا ہے۔ کیوں کہ اس میں نوٹ کرنے والی باتیں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ مزید یہ کہ اسلام کے متعلق مختلف قسم کے سوالات واعتراضات اسی طرح مختلف اہل علم کے غیر اسلامی اور اسلامی نظریات کی بھی سفرنامہ میں وضاحت ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ مولانا کے سفرنامے پُرحکمت ہوتے ہیں۔ مولانا ہر واقعہ سے کوئی اسلامی ذہن بنانے والا نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں۔ یہ خصوصی صلاحیت اور ملکہ، میرے علم کے مطابق، مولانا کی طرح کسی اور کو حاصل نہیں۔ دوسرے علمائے کرام کے سفرناموں کا بھی میں نے مطالعہ کیا ہے۔ وہ نیوز پیپر کی طرح ہوتے ہیں، ان سے کوئی ٹیک اوے نہیں ملتا۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا کی کتابیں پڑھنے کے بعد دوسروں کی کتابیں ہر اعتبار سے مولانا کی کتابوں کے بالمقابل غیر معیاری نظر آتی ہیں۔ (مولانا جمیل مظہر بجنوری، ممبئی)

● اودھیش کمار جی (پیدائش 1931)، گاندھی پیس فاؤنڈیشن، نئی دہلی سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ اسپرٹ آف اسلام کے ریگولر قاری ہیں۔ کچھ ماہ سے ان کو یہ میگزین نہیں مل پا رہی تھی، کیوں کہ اسپرٹ آف اسلام اب صرف آن لائن شائع ہو رہا ہے۔ ان کی دلچسپی کے پیش نظر سی پی ایس دہلی نے ان کو اسپرٹ آف اسلام کی فوٹو کاپی بھیجی، اور کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ آپ کو مولانا کی باتیں بہت زیادہ پسند ہیں۔ یہ سن کر وہ بہت زیادہ متاثر ہوئے اور ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ انھوں نے کہا کہ صرف پسند کی بات نہیں ہے، مولانا صاحب کی باتیں مجھے نراشا سے آشا کی طرف لے جاتی ہیں۔ ان کی کتابیں میرے اندر اُرجا (energy) پیدا کرتی ہیں۔

● Key learning from Maulana's books is deconditioning of oneself. It helps in unbiased approach in the various affairs of life. (Mr. Mehar Elahi, Lahore, Pakistan)

● Every word of Maulana's writing is purified and has extreme maturity. His sole aim of writing is to create positivity and aim for higher objectives. (Mr. Akhtar Butt, Lahore, Pakistan)

● I am a student of biology. I believe when a person is really in need of real advice, Allah introduces him to someone who can really help him in his

journey. Maulana Wahiduddin Khan is really a mentor for me. When I was striving hard to find my purpose, I read Maulana's Raaz-e Hayat. This book really inspired me. Then I started looking at this world with a purpose. Maulana's vision is an inspiration for millions. May Allah bless him with great wisdom and knowledge. May Allah accept his work and give him eternal peace and health. Also, this group is a source of daily reminders with the provision of short tafsir and videos. (Ms. Hamna Junaid, Pakistan)

● It was the November of 2017. I was on my way to Jammu to attend a friend's wedding. I had stopped in Delhi for a day. Little did I know then that the one day I chose to stay in Delhi would change the course of my life in such a deep and meaningful way. I remember walking into the study and meeting room of none other than the esteemed Maulana Wahiduddin Khan. He was seated at the other end of the room. I took a deep breath, conscious that I was meeting in person a giant from the tradition of "my other". I had no knowledge of Islam then. Not really the religious type, I decided consciously that I would keep the meeting brief and try my best to understand the celebrated scholar with my limited intellect. "Tell me more about you Miss Jana." He invited me softly as if sensing my nervousness. Dumbstruck that Maulana would be interested in knowing me as a person, I became conscious of the beginning of the dialogue."I am here to listen Maulana."I mumbled. "The way you have your arm placed tells me that you have a big heart young lady." I suddenly became aware of the way I was sitting. I was waiting like a child to listen to a story from someone from my grandparents' generation. My heart was indeed opening up with curiosity. A dialogue which I had expected to be as brief as 15 mins given Maulana's busy schedule turned out to be a life changing 1.5 hours. The aged scholar channelled wisdom so relevant to my life at that moment that I found myself stunned at how he could have known what I needed without any knowledge of my context or even my background. Maulana's wisdom laid the foundation of my passion for inter-religious dialogue. That one dialogue led to a rare and cherished relationship that I built with the entire team of CPS over the years. From the Kolkata Book Fair to the Parliament of World's Religions, conferences and zoom calls to take Maulana's message to more and more people as I built my network, the relationship with my other has only deepened with time. This gratitude note is to acknowledge the man whose vision led me to challenge my own and reshape it to work for a more inclusive future. (Ms. Sohini Jana, Kolkata)

● When I was in Intermediate Part-1, there was a poem"Night Mail" by W.H Auden in our course of English, and now when I've become a lecturer in English, the same poem is there. Why I'm mentioning this poem is because

of the fact that I hadn't been able to understand the metaphorical and hidden meaning of the poem so far. Last night I read Maulana Wahiduddin Khan's short essay "مقصدزندگی" in which he has talked commendably about the purpose of life by using a metaphor of the train. Now as soon as colleges reopen and classes start, I'm determined to teach my students this poem in a quite different way, with a new and purposeful explanation. Last but not the least, Maulana Wahiduddin Khan's books are an ocean in themselves where one could quench one's thirst for knowledge. Each and every word used by him in his books is pregnant with wisdom and spirituality. (Muhammad Waqas Azeem, Sialkot)

● The biggest contribution of Maulana is the translation of the Quran. This helps every human being irrespective of religious or nonreligious background understand the divine message without difficulty. His translation is understandable which appeals to the conscience of a human being and addresses his mind. (Mr Aslam Baig, Mumbai)

● Respected sir, I am an officer in Allahabad High Court, and a big fan of Maulana Wahiduddin Khan. I have been reading Al-Risala, in addition to numerous books written by him. In course I happened to peruse a book Tajdeed e Deen written by Maulana. I was extremely impressed by his approach and feel a deep urge and need to translate this book into Hindi. I humbly seek your kind permission to do the same as I have almost equal command on Hindi, English and Urdu languages and have worked as a translator also for around 10 years.(Dr Mohd Shahab, Allahabad)

● I have 4 servants and one driver, out of which 2 are Muslim. One of them can read English, he was following the Quran that was gifted by you. It is a proper utilization. I have already read it. (Dr Shrismistha Gupta, Kolkatta)

● I am in Pakistan. I went to my village about 7 hours away from Lahore, surrounded by beautiful mountains. We have a wonderful youth there. I shared Maulana's teachings with him. His response was unbelievable. I had some books and magazines with me, but Tariq Sb sent us more books. Now we're going to have two libraries in two different villages. They were waiting for this treasure. Please ask Maulana to pray for them. May Allah help us all. Ameen. (Ms. Gulzeba Ahmad, Lahore)

● Sister Farida, I'm a serving inmate at the Windhoek Correctional Facility in Namibia. Firstly, I am humbly knocking on your esteemed office door regarding the above mentioned reference. Secondly, I want to thank you for your free monthly magazines"Spirit of Islam".These books are so interesting that I can't put them down! It's teaching me things that I needed to understand in the Qur'an. I believe that these books are the most convincing soul-winning tool. You will always be in our daily prayers. (IdrisHaingura, Namibia)

● I love this book (Islam and World Peace by Maulana Wahiduddin Khan)! I

just finished reading this entire book today and it took me only two weeks to finish it. Masha Allah! This wonderful book contains a wealth of wisdom from the Holy Quran and Hadith/Sunnah which verifies that Islam is Not a religion of violence and that it is actually a religion of peace. As sincere loyal Muslims, our main focus should be to educate and reform individuals by influencing them to grow intellectually and spiritually, and to bring about a revolution within their hearts and minds. Targeting a community as a whole to make a change will lead to failure. We must target the hearts and minds of individuals, which is the key to changing the world, which will eventually lead to a positive successful change in communities, countries, and Nations globally. We must avoid confrontation at all cost and focus on enforcing and maintaining the culture and ideology of peace. Nothing can be accomplished with violence which only leads to destruction of lives and resources. Peace is the only way to success. (Ms Francine, USA)

● I love this book (Woman between Islam and Western Society by Maulana Wahiduddin Khan). I just completed reading it. Took me two weeks to finish. This book provides wisdom and educational facts that verify that Islam has never declared that women are inferior to men, and that Islam only proves a fact that Allah has created females with a biological difference. Due to this biological difference, this is the reason why particular activities and types of jobs have been declared appropriate for males only and other jobs and activities for females only. God had chosen and blessed the Prophet Muhammad and his companions with the wisdom, talents, power, and gifts to bring about an intellectual revolution. This awesome book contains scientific facts from scholars that verify that the biological nature, that women are different from men in genes and thought process. Nature automatically cast females as the weaker, more delicate sex and men as the stronger sex. This explains why Nature makes different demands upon males and females as a convenient division of labor. Any deviation from Nature always results in punishment from Allah and mankind will always reap the terrible consequences violating the laws of nature! There are very few cases of divorce, children born out of wedlock, teen pregnancy, fornication, adultery, and AIDS in Muslim countries. These type of horrible problems are rare or non-existent in Muslim countries. But here in the United States of America, there is a terrible plague of billions of these immoral cases. This proves that Islam does not treat women as inferior, but grants women a high status in life while acknowledging her different biological makeup and that she is created equal with man, but must be treated differently (delicately) in regard to the division of labor, etc. (Ms Francine, USA)

اعلان

انسانیت کی تعمیر میں عورت کا ایک اہم رول ہے۔ مگر پوری تاریخ میں عورتوں کو انڈر یوٹیلائزڈ (underutilized) کیا گیا ہے۔ مولانا وحید الدین خاں صاحب نے اسلامی تاریخ میں حضرت ہاجرہ اور دوسری خواتین کے رول کو دریافت کیا، اور اس کو ایکسپلین کر کے عورتوں کو ترغیب دی کہ وہ ان کے نقش قدم پر چلیں، اور اپنے potential کو ایکچولائز (actualize) کر کے وہ تاریخ دہرائیں، جو تاریخ اُن خواتین نے بنائی تھی۔ اس سلسلے میں انھوں نے قرآن وسنت اور تاریخ کے حوالے سے کئی کتابیں لکھی ہیں، جیسے ''عورت معمارِ انسانیت''، ''خاتون اسلام''۔ اب ان کی رہنمائی میں سی پی ایس لیڈیز نے ایک دعوتی گروپ شروع کیا جس کا نام ہے:

CPS Ladies International

اس گروپ میں انڈیا اور انڈیا کے باہر کی خواتین شامل ہیں۔ یہاں وہ اسلام کے مختلف پہلوؤں پر اپنی ضرورت کے اعتبار سے ڈسکشن کرتی ہیں، جس سے ان کو دین کی گہری معرفت (deeper realization) حاصل ہوتی ہے، اور ان کا انٹلکچول ڈولپمنٹ ہوتا ہے۔ یہ گروپ 29 اکتوبر 2020 کو شروع ہوا، اور اتنے کم وقت میں خواتین نے جو فیڈ بیک دیا، وہ بہت ہی حیرت انگیز (amazing) ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ان کی زندگی میں مثبت تبدیلی آئی۔ انھوں نے اس گروپ کو جوائن کر کے حقیقی اسلام کو سمجھا ہے۔ اس سے پہلے ان کے نزدیک اسلام کا مطلب کچھ سماجی رسوم تھا، نہ کہ وہ اسلام جو اللہ نے اپنے پیغمبر کے ذریعے بھیجا ہے۔

اب ہم لوگوں نے آن لائن قرآن کلاس کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس وقت ہماری ہفتہ وار آن لائن قرآن کلاس شروع ہو چکی ہے۔ اس سے ہمیں قرآن کے پیغام کو تذکیری اعتبار سے سمجھنے اور عملی زندگی میں اپنانے کا موقع ملتا ہے۔ اللہ نے چاہا تو یہ گروپ جدید سائنسی دور میں ہاجرہ کلچر کے اِحیا (revive) کا ذریعہ بنے گا، یعنی بے مثال جدوجہد کے ذریعے خدائی دین کو جدید معیار پر ثابت شدہ بنانا۔

سی پی ایس لیڈیز انٹرنیشنل سے اگر کوئی خاتون جڑنا چاہتی ہیں تو اس ای میل یا واٹس ایپ پر اپنا نام اور نمبر بھیجیں:

fahmidakhan245@gmail.com

واٹس ایپ: 09453215285

مولانا وحید الدین خاں کی کتابیں رعایتی قیمت پر دستیاب ہیں

₹ 30	Aakhri Safar	آخری کا سفر
₹ 10	Aakhirat ka Safar	آخرت کا سفر
₹ 50	Ahya-e-Islam	احیائے اسلام
₹ 60	Al-Islam	الاسلام
₹ 70	Al-Rabbaniah	الربانیہ
₹ 70	Amne-Aalam	امن عالم
₹ 60	Aqliat-e-Islam	عقلیات اسلام
₹ 100	Asbaq-e-Tarikh	اسباقِ تاریخ
₹ 140	Asfar-e-Hind	اسفارِ ہند
₹ 10	Asma e Husna	اسمائے حسنیٰ
₹ 60	Azmat-e-Islam	عظمتِ اسلام
₹ 60	Azmat-e-Islam	عظمتِ اسلام - بُک لٹ
₹ 20	Azmat-e-Momin	عظمتِ مومن - بُک لٹ
₹ 60	Azmat-e-Qur'an	عظمتِ قرآن
₹ 30	Azmat-e-Sahaba	عظمتِ صحابہ
₹ 50	Dawat-e-Haq	دعوتِ حق
₹ 70	Dawat-e-Islam	دعوتِ اسلام
₹ 10	Dawat Ilallah	دعوت الی اللہ
₹ 30	Deen ki Siyasi Taabeer	دین کی سیاسی تعبیر
₹ 20	Deen Kiya Hai?	دین کیا ہے؟
₹ 100	Deen wa Shari'at	دین وشریعت
₹ 90	Deen-e-Insaniyat	دینِ انسانیت
₹ 100	Deen-e-Kamil	دینِ کامل
₹ 30	Deeni Taaleem	دینی تعلیم
₹ 100	Diary Vol. I 83-84	ڈائری (حصہ اول)
₹ 120	Diary 89-90	ڈائری - 1989-90
₹ 100	Diary 91-92	ڈائری - 91-92
₹ 20	Fikr-e-Islami	فکر اسلامی

₹ 40	Hadees-e-Rasool	حدیثِ رسول
₹ 20	Hajj ka Paigam	حج کا پیغام
₹ 40	Hal Yahan Hai	حل یہاں ہے
₹ 30	Haqeeqat Ki Talaash	حقیقت کی تلاش
₹ 50	Haqeeqat-e-Hajj	حقیقتِ حج
₹ 10	Haqeeqat-e-Tawhid	حقیقتِ توحید - بُک لیٹ
₹ 100	Hikmat-e-Islam	حکمتِ اسلام
₹ 90	Hind-Pak Diary	ہند-پاک ڈائری
₹ 10	Hindustan Aazadi Ke Baad	ہندستان آزادی کے بعد
₹ 70	Hindustani Musalman	ہندستانی مسلمان
₹ 30	Imani Taqat	ایمانی طاقت
₹ 60	Insaan ki Manzil	انسان کی منزل
₹ 60	Islam aur Asre Hazir	اسلام اور عصرِ حاضر
₹ 50	Islam Daur-e-Jadid Ka Khaliq	اسلام دورِ جدید کا خالق
₹ 30	Islam Deen-e-Fitrat	اسلام دینِ فطرت
₹ 10	Islam Ek Azeem Jad-o-Jahad	اسلام ایک عظیم جدوجہد
₹ 10	Islam Ka Taaruf	اسلام کا تعارف
₹ 30	Islam Kiya Hai?	اسلام کیا ہے؟
₹ 90	Islam: Ek Ta'aruf	اسلام: ایک تعارف
₹ 30	Islami Dawat	اسلامی دعوت
₹ 10	Islami Jihad	اسلامی جہاد
₹ 60	Islami Taalimaat	اسلامی تعلیمات
₹ 60	Islami Zindagi	اسلامی زندگی
₹ 30	Ittehad-e-Millat	اتحادِ ملّت
₹ 230	Izhaar-e-Deen	اظہارِ دین
₹ 80	Karwan-e-Millat	کاروانِ ملّت
₹ 30	Khaleej-e-Diary	خلیج ڈائری
₹ 30	Khoda aur Insaan	خدا اور انسان

₹ 60	Socialism Aur Islam	سوشلزم اور اسلام
₹ 10	Taareekh Dawat-e-Haq	تاریخ دعوتِ حق
₹ 20	Taaruf-e-Islam	تعارف اسلام
₹ 30	Tablighi Tahreek	تبلیغی تحریک
₹ 40	Tajdeed-e-Deen	تجدید دین
₹ 10	Talaq Islam Mein	طلاق اسلام میں
₹ 90	Tameer-e-Hayat	تعمیرِ حیات
₹ 70	Tameer-e-Insaniyat	تعمیرِ انسانیت
₹ 30	Tameer-e-Millat	تعمیرِ ملّت
₹ 30	Tareekh Ka Sabaq	تاریخ کا سبق
₹ 100	Tasweer-e-Millat	تصویرِ ملّت
₹ 40	Tarjuma-e-Quran	ترجمہ قرآن
₹ 10	Tazkiya-e-Nafs	تزکیہ نفس
₹ 30	Ummahat-ul-Mumeneen	امہاتُ المؤمنین
₹ 30	Zalzal-e-Qiyamat	زلزلہ قیامت
₹ 60	Zuhoor-e-Islam	ظہورِ اسلام
₹ 80	Arabic version of God Arises	الاسلام یتحدی
₹ 40	Tarbiyat-e-Aulad	تربیتِ اولاد
₹ 10	Mansoobaband Amal	منصوبہ بند عمل
₹ 100	Sawal Wa Jawab	سوال وجواب
₹ 50	Marxism: Tareekh Jisko Radd Kar Chuki Hai	مارکسزم: تاریخ جس کو رد کر چکی ہے
₹ 80	Masa'le Ejtehaad	مسائل اجتہاد
₹ 20	Islam Pandrahwin Sadi Mein	اسلام پندرہویں صدی میں
₹ 30	Taameer Ki Taraf	تعمیر کی طرف

₹ 10	Manzil Ki Taraf	منزل کی طرف
₹ 10	Maqsad-e-Hayat	مقصدِ حیات
₹ 60	Mazameen-e-Islam	مضامینِ اسلام
₹ 70	Mewat Ka Safar	میوات کا سفر
₹ 70	Mutala-e-Seerat	مطالعہ سیرت
₹ 20	Mutala-e-Seerat	مطالعہ سیرت - بُک لیٹ
₹ 30	Nar-e-Jahannam	نارِ جہنم
₹ 80	Nashri Taqriren	نشری تقریریں
₹ 30	lama aur Daure Jadid	علماء اور دورِ جدید
₹ 10	Paighambar-e-Islam	پیغمبرِ اسلام
₹ 80	Qalallah Qallar Rasool	قال اللہ، قال الرسول
₹ 30	Qiyadat Nama	قیادت نامہ
₹ 10	Qiyamat ka Alarm	قیامت کا الارم
₹ 30	Qur'an Ka Matloob Insan	قرآن کا مطلوب انسان
₹ 60	Rah-e-Amal	راہِ عمل
₹ 30	Rahen Band Nahin	راہیں بند نہیں
₹ 30	Rahnuma-e-Hayat	رہنمائے حیات (کتابچہ)
₹ 70	Rahnuma-e-Hayat	رہنمائے حیات
₹ 20	Roshan Mustaqbil	روشن مستقبل
₹ 30	Sabaq Aamoz Waqiat	سبق آموز واقعات
₹ 10	Sachcha Rasta	سچّا راستہ
₹ 50	Safarnama Spain wa Falasteen	سفرنامہ اسپین و فلسطین
₹ 80	Safar-e-Hayat	سفرِ حیات
₹ 30	Saum-e-Ramzan	صومِ رمضان
₹ 70	Shatme Rasool Ka Masla	شتمِ رسول کا مسئلہ
₹ 70	Sirat-e-Mustaqeem	صراطِ مستقیم
₹ 30	Socialism: Ek Ghair Islami Nazaria	سوشلزم: ایک غیر اسلامی نظریہ

Date of Posting 10th and 11th of advance month
Published on the 1st of every month
Posted at NDPSO

Postal Regn. No. DL(S)-01/3130/2021-23
RNI 28822/76
Licenced to Post without Prepayment U (SE) 12/2021-23

دعوت اور معرفت

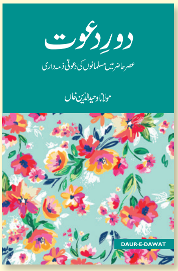

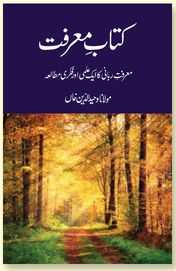

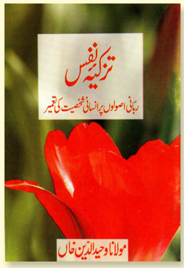

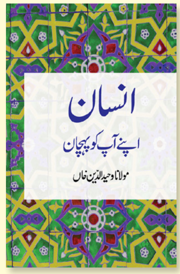

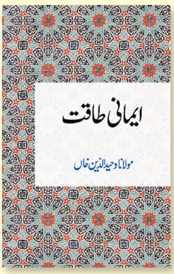

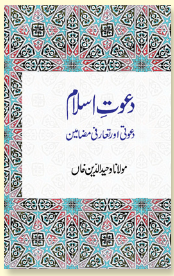

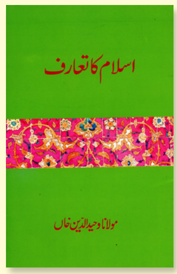

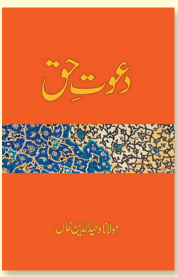

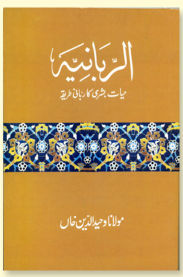

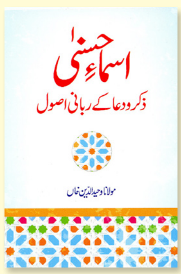

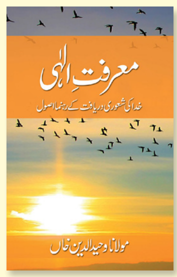

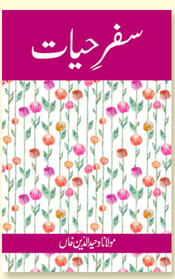

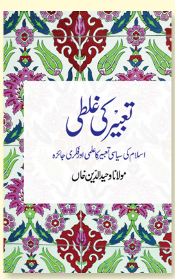

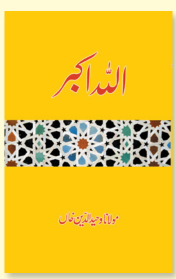

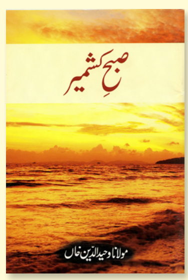

Call: 011 41827083 **sales@goodwordbooks.com**